ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۳ جنوری ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

نہایت سکون سے نماز پڑھنا

نمبر (۷)

از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور

ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ اُن سے پوچھا کہ تمہیں کونسی چیز نماز میں یاد آتی ہے۔ فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔ خیال فرمایئے کہ ان حضرات کے دلوں میں نماز کس قدر محبوب تھی اور ہم اپنے دلوں کو بھی ٹٹول کر دیکھیں کہ ہمیں اس کیساتھ کتنا تعلق اور لگاؤ ہے۔ محبت کو تو ایک طرف رکھیئے۔ میرے خیال سے ۱۰۰ میں سے بمشکل ۵ (پانچ) نماز پڑھتے ہوں گے۔ باقی ۹۵ فیصدی بے نماز نظر آئیں گے۔ شہروں میں تو پھر بھی کچھ نمازی نظر آجاتے ہیں مگر دیہات تو اکثر اس سے خالی ہیں۔ چنانچہ کاتب کا چھاؤ ضلع لاہور کے پاس ایک گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا ظہر کے وقت وہاں پہنچا۔ مسجد کو دیکھا تو بڑی عالیشان مگر نہ پانی نہ لوٹا۔ نالی میں سے اس قدر بدبو آرہی تھی کہ ایک شریف آدمی وہاں بیٹھ کر وضو نہیں کر سکتا تھا۔ مسجد میں گرد و غبار کی یہ حالت کہ بغیر جھاڑو سے جھاڑے نماز پڑھنے کو جی نہ چاہے۔ جگہ جگہ کبوتروں کی بیٹیں پڑی ہوئی تھیں۔

یہ حالت دیکھ کر طبیعت بڑی پریشان ہوئی کہ اتنا بڑا گاؤں اور سب کے سب مسلمان اور اللہ کے گھر کی یہ حالت۔ خیر میں اذان دے کر اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ اگر کوئی دوسرا آدمی آجائے تو جماعت کر لیں۔ جب وقت تنگ ہونے لگا اور کوئی نہ آیا۔ تو اکیلے نے ہی نماز پڑھ لی۔ تھوڑی دیر کے بعد عصر کی اذان کہی۔ جب کوئی نہ آیا تو یہ نماز بھی اکیلے ہی کو پڑھنی پڑی۔ مغرب کے وقت خیال تھا کہ زمیندار لوگ ہیں دن بھر کھیتوں میں اپنے کام کاج میں لگے رہتے ہوں گے۔ اس وقت ضرور کچھ نہ کچھ لوگ آئیں گے اور جماعت کی نماز نصیب ہو جائے گی۔ اذان کہی اور انتظار میں بیٹھ گیا۔ تعجب ہے کہ اس وقت بھی کوئی اللہ کا بندہ مسجد میں نہ آیا جو جماعت کرائی جاتی۔ پھر بھلا ایسی بستی پر اللہ کا عذاب نہ آئے تو اور کیا ہو۔

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا۔ وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے۔ وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے۔ اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی۔ اس سے فارغ ہو کر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اور مغرب تک کرتے رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلیں شروع کر دیں اور صبح تک مشغول رہے پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا۔ اور وظائف وغیرہ پڑھتے رہے۔ اسی میں مصلّے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے توبہ و استغفار کرنے لگے۔ اور یہ دعا پڑھی (اللہ سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے۔ کہ وہ رات کو سونے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے۔ یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑا دی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

تمام رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گزار دینے کے واقعات اس قدر ہیں کہ ان کا احاطہ بھی ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذت سے اتنی دور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردد ہونے لگا۔ لیکن اوّل تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی تاریخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرتِ نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما تھیٹر اور ناچ گانوں میں ساری ساری رات کھڑے رہتے ہیں۔ نہ اُن کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں۔ حالانکہ طاعات میں اللہ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے اور مدد بھی ملتی ہے۔ ہمارے اس تردد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے ناآشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے قسمت

مری محنت تری درگاہ میں مقبول ہو جائے
الٰہی غنچۂ امید [illegible] دل کو پھول ہو جائے

فہرستِ مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
نہایت سکون سے نماز پڑھنا	حاجی کمال الدین صاحب	۲
خوش خلقی کا ہفتہ	ادارہ	۳
پیکش و مطالبہ	حضرت مولانا احمد علی صاحب	۳
حضرت امام ربانی مجدد کے پیش کردہ فلسفہ اسلام کی اہمیت	مولانا محمد مقبول عالم بی۔اے	۴
نعت	مسٹر امر چند قیس جالندھری	۵
مجلس ذکر (انسان کی روحانی تربیت)	مرتبہ چوہدری عبدالرحمن خاں	۶
صحت کو غنیمت سمجھو	حافظ عبدالحفیظ صاحب بی۔اے	۷
خطبہ جمعہ (کھانے پینے کے متعلق اسلامی تہذیب)	حضرت مولانا احمد علی صاحب	۸/۹
نماز اور قرآن	مولانا عبدالمجید سرش	۱۰
استغناء	مولانا محمد علی صاحب	۱۲
مساوات اسلامی	صاحبزادہ عبدالرحمن صاحب	۱۳
مرید کی تعلیم و تربیت	مولوی محمد بخش صاحب	۱۴
صدیق اکبر	سید حافظ عبدالقدیر	۱۵/۱۸
عدل و انصاف (بچوں کا صفحہ)	سید مشتاق حسین بخاری	۱۹
ہفتہ وار خبریں		۲۰

فرمودۂ اقبال

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار
مصلحتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی نظروں میں سمایا ہے شعارِ اغیار
ہوگئی کس کی نگاہ طرزِ سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

(اقبال)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۱ | یوم جمعہ - ۲۸ جمادی الاولی ۱۳۷۵ھ ۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۵

خوش خلقی کا ہفتہ

اس ہفتہ لاہور اومنی بس سروس کے عملہ نے خوش خلقی کا ہفتہ منایا اور ملازمین بس خلاف عادت لوگوں سے مقدور بھر خوش خلقی سے پیش آتے رہے۔ ہماری بھی دُعا ہے کہ خدا کرے ہمارے عمّالِ حکومت کو خوش اخلاقی کی عادت پڑ جائے (آمین)

تجربہ شاہد ہے کہ ہفتے منانے کی ایک رسم سی پڑ گئی ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایک ہفتہ بھی پوری کامیابی کے ساتھ کسی چیز کے کرنے کا تہیّہ کئے رکھیں۔ تو ہماری ملکی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہفتہ گزر جانے کے بعد بھی اس ارادہ اور نیت کو برقرار رکھیں۔ تو ہمارے بیشتر قومی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اسی خوش خلقی کو لیجئے۔ ہمارے عوام کو روزانہ اہل کارانِ حکومت سے واسطہ پڑتا ہے اور ان سے شاکی و نالاں ہیں۔ کسی خدا ترس کا مل جانا ہمارے معاشرہ میں نعمت غیر مترقبہ ہے۔

ہر اچھائی کی ابتدا گھر سے ہونی چاہیئے ہمارے قومی رہنما اپنے آپ سے خوش اخلاقی شروع کریں۔ ہر کہ ومہ سے اس طریقہ سے پیش آئیں کہ لوگوں کو اُن کی ذمّہ داریوں اور حیثیت کا احساس تو ضرور رہے لیکن اُن کے ظلم کی بنا پر مخالف نہ ہوں۔ یہ نہیں کہ دوسروں سے غیر مساویانہ اور درجہ بدرجہ سلوک کریں۔ اگر کسی محکمہ کا ناظم یا سربراہ آ جائے تو خوش اخلاقی ہو اور اگر اسی محکمہ کا معمولی محرر آ جائے تو آواز میں مصنوعی رُعب وداب پیدا کر کے پیش آئیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر بڑے عمّال حکومت ملکی حکمرانوں سے خوش اخلاقی کے اداب سیکھ کر جائیں تو فطرتی طور پر وہ بھی ایسے ہی اطوار کا مظاہرہ کرینگے اور اس طرح تمام معاشرہ اصلاح پذیر ہو جائے گا۔

خوش اخلاقی سے ہم اتنی دُور جا چکے ہیں کہ اگر ہم میں سے کوئی منصب حاصل کر لیتا ہے یا مالی طور پر خوشحال ہو جاتا ہے تو بد اخلاقی بھی اس کے ساتھ ہی داخل ہو جاتی ہے۔ ایک حدیث مبارکہ ہے کہ آپس میں شیریں کلامی سے پیش آؤ اور اسلام کا جواب عمدہ مسکراہٹ کے ساتھ باآواز بلند دو۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ جونہی مالی حالات میں تغیر ہوا تو خوش اخلاقی سے اجتناب شروع ہو گیا۔ سلام کے جواب کو صرف گردن کی ہلکی سی جنبش پر ہی کافی سمجھا گیا۔ اور اگر سلام کرنے والا بدقسمتی سے بظاہر خوش پوش نہیں ہے تو اس کے سلام کو بھی گستاخی اور توہین سمجھا گیا۔

خوش اخلاقی کے معاملے میں ہماری گراوٹ تو شاید انتہا تک پہنچ چکی ہے ایک طرف تو اسلام خود خوش اخلاقی کا بہترین معلم ہے۔ اگر اس کی حقیقی طور پر دامنگیری کر لی جائے تو اخلاق اور اطوار سدھر سکتے ہیں۔ اور دوسری طرف جس تہذیب کو ہم نے اپنایا ہوا ہے۔ اس میں خوش اخلاقی ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ اہل مغرب کی خوش اخلاقی ہمارے ہاں ضرب المثل ہے۔ وہ لوگ آپس میں اس قدر خوش معاملہ ہیں کہ ان کے حالات سُن کر سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ اگر ہم نے اپنی تعلیمات کو زیبِ طاق نسیاں کیا تھا۔ تو جس تہذیب کو قبول کیا تھا اس سے ہی خوش اخلاقی کا درس لیتے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ ہم اہل مغرب کے صرف کوٹ پتلون پہننے اور سگرٹ پینے تک ہی مقلد ہوئے۔ اور اُن کی خوش معاملگی کو درخور عمل نہ سمجھا۔

ہمیں صرف ایک محکمہ میں ایک ہی خوش اخلاقی کا ہفتہ منانے پر بس نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ ہمارے ہر سرکاری محکمہ میں بیسیوں خوش اخلاقی کے ہفتے منانے کی ضرورت ہے۔ تعلیمات قرآن اور سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مشعل راہ ہونی چاہیئے اور جہاں غیر مسلموں میں کوئی عمدہ صفت دیکھیں تو اُسے بھی قبول کر لینا چاہیئے۔ تاکہ ہماری دیرینہ بگڑی ہوئی عادتیں سنور جائیں اور ہم مخلوق کی خدمت صحیح معنوں میں کر سکیں ؛

(ایڈیٹر)

ہمارا مطالبہ

"ہم پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان کا قانون قائد اعظم مرحوم کے قرآن مجید کے متعلق اعلان اور مسٹر لیاقت علی خاں مرحوم کی قرارداد کی روشنی میں بنایا جائے۔

مسلمانوں کے لئے قابل قبول فقط وہی دستور ہو سکتا ہے۔ جس کی بنیاد قرآن مجید اور سنّت پر رکھی جائے اور ملک کا نام "جمہوریہ اسلامیہ پاکستان" ہو۔ اور اس کا صدر ہمیشہ مسلمان ہو۔"

حضرت مولانا احمد علی صاحب کی پیشکش
صدر دستوریہ کے نام

انشاء اللہ تعالیٰ میں غیر عالم اراکین دستور ساز اسمبلی کو تین ماہ میں بلا معاوضہ قرآن مجید کراچی میں حاضر ہو کر پڑھانے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ وہ حضرات وزرات کا سارا وقت اسی کام کے لئے فارغ کریں ؛

حضرت امام ولی اللہؒ دہلوی کے پیش کردہ فلسفۂ اسلام کی اہمیت

(از جناب محمد مقبول عالم صاحب بی-اے لاہور)

"ابنِ تیمیہ اور ابن رُشد کے بعد بلکہ خود اُنہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزّل شروع ہؤا۔ اُس کے لحاظ سے یہ اُمید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا۔ کہ اخیر زمانے میں جب کہ اسلام کا نفس واپسین تھا۔ شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہؤا، جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالیؒ رازیؒ، ابن رشدؒ کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"

(تاریخ علم الکلام از مولانا شبلی نعمانی)

اٹھارویں صدی کی ابتدا تھی۔ تاریخ عالم میں ایک نئے باب کا آغاز ہو رہا تھا یعنی پرانا شاہی نظام رخصت ہو رہا تھا اور جمہوری طرز کی حکومتیں پیدا ہونے والی تھیں۔ حکمت اور سائنس کے دور کی صبح ہو رہی تھی اور مشین کی ایجاد سے نئے مسائل پیدا ہونے والے تھے۔ عین اس وقت اللہ تعالےٰ نے اس دور کا ایک رہنما پیدا کیا جسے خاتمیت کا خلعت پہنایا گیا۔ اور اس دور کا افتتاح اس کے ہاتھ سے کرایا گیا۔ اس سے مراد حکیم الاُمت لسان اللہ حجۃ اللہ علی العالمین حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں۔

آپ ۱۱۱۴ھ میں سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات سے چار سال پہلے دہلی میں پیدا ہوئے۔ جب ہند میں بھی شاہی دور کا چراغ گل ہو رہا تھا آپ نے اس بر عظیم کو وہ فلسفہ دیا جس نے احیائے دین کی ایک مستقل انقلابی تحریک کی صورت اختیار کی۔ اور مسلمانوں کے اندر اپنی ملی خودی کو قائم کرنے کا ایک شدید جذبہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ اب تک مسلمانان بر عظیم کو جو بیداری حاصل ہوئی ہے۔ اور جتنی دینی یا سیاسی تحریکیں پیدا ہوئی ہیں وہ اسی فلاسفی کے اثر کا نتیجہ ہیں۔ اور آئندہ بھی اسلامی دستور بنانے اور اسے نافذ کرنے اور دوسرے نظاموں کے مقابلہ میں نظام اسلام کو غالب کرنے میں یہ فلاسفی کام دے سکتی ہے۔

یہ اجتماعات کا عہد ہے۔ قومی اور بین الاقوامی جھگڑوں کا زمانہ ہے۔ معاشیات و اقتصادیات کی کشمکش کا دور ہے۔ انسان ایسے اقتصادی مصائب میں مُبتلا ہو گیا ہے کہ وُہ اپنے حقیقی مشن ——— اقترابیات یعنی خدا پرستی ——— سے بالکل بیگانہ ہو کر اپنی انسانیت سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہمارے پہلے حکماء (PHILOSOPHERS) نے اجتماعیات (SOCIOLOGY) و اخلاقیات (ETHICE) پر بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن وہ اس دور کی پیداوار تھے جبکہ وہ مسائل (PROBLEMS) پیدا نہ ہوئے تھے۔ جو آج صنعتی تہذیب نے پیدا کر دئے ہیں ——— اس لئے اس دور میں اسلام کے حقائق (FACTS) کو پیش کرنے کے لئے ہمیں ایک ایسے فلسفے کی ضرورت ہے۔ جو آج کے مسائل کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے متفقہ دور کی روشنی میں حل کر سکے۔ تاکہ اس فلسفے کا اشتراکیت اور سرمایہ داری کے فلسفوں سے مقابلہ کر کے اس کی حقانیت ثابت کی جا سکے۔ ہمیں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سوا تاریخ اسلام میں کوئی فلسفی نظر نہیں آتا۔ جو اقتصادیات و معاشیات اور اجتماعیات و اقترابیات (خدا پرستی) میں ایک مستند امام کی حیثیت سے کلام کرتا ہو۔ آج پاکستان کا مسلم نوجوان اشتراکیت اور سرمایہ داری کے جن بلند بانگ دعوؤں سے مرعوب ہو کر روس یا امریکہ کی طرف جھکتا ہے۔ اُن سے یہ فلسفہ ممات بچا لیتا ہے۔ اور ایسے نظام فکر اور نظامِ معاشیات و الہیات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جس سے ہمارے موجودہ بلکہ آئندہ چند صدیوں کے مسائل بھی حل ہو جائیں اور اس طرح مسلم نوجوانوں کو اپنی انفرادی قومی اور ملی خودی قائم کرنے میں پوری مدد دیتا ہے ہمیں کامل یقین ہے کہ مسلم نوجوان امام ولی اللہ دہلوی کو فکری رہنما مان کر کتاب و سنت کی روشنی میں آگے بڑھے۔ تو نہ صرف پاکستان کی خوشحالی اور مضبوطی یقینی ہو جائے گی۔ بلکہ وُہ عالم اسلام کی قیادت کے بھی قابل ہو جائے گا۔ جس کے بعد یورپ کی اجتماعیت کو توڑنا مشکل نہیں رہتا۔ یہ یقین رکھنا چاہئے کہ یورپ کی اجتماعیت توڑے بغیر غلبہ اسلام کی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔

مشین کی ایجاد سے جو مسائل پیدا ہوئے اور دولت کی غلط تقسیم سے جس طرح اخلاق برباد ہوتے اور لادینیت کی ہوا چلی۔ امام صاحب کا فلسفۂ اسلام اس سے بچانے میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور انسانیت کو پھر سے دین اور اخلاق کی محکم بنیادوں پر قائم کرتا ہے۔

یہ ہے امام ولی اللہ دہلوی کے پیش کردہ فلسفۂ اسلام کی مختصر لفظوں میں اہمیت۔ ضرورت ہے کہ امام ولی اللہ دہلوی کے افکار کی ہر طرح اشاعت کی جائے۔ تاکہ خواص عوام کو جلد از جلد اس فکر پر جمع کر کے ایک نئے معاشرے کی تشکیل کا سامان کیا جائے۔ جو اس دور کی ذمّہ داریوں کو نبھانے کے قابل ہو۔ اور انسانیت کی خدمت کر سکے۔

امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت کا شاہکار اُن کی تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے جو دینیت کے قائل ہیں اور جو لوگ دینیت کی پابندی نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے انہوں نے وہی باتیں دوسرے رنگ میں بدور بازغہ" اور "خیر کثیر" میں لکھ دی ہیں۔ ان کے علاوہ ان کی اور بھی بے شمار کتابیں ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنی حکمت کی تشریح کی ہے۔ لیکن ان سب میں "حجۃ اللہ البالغہ" کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کتاب کا موضوع "علم اسرار دین" یعنی دین اسلام کی فلاسفی ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں وہ قواعد کلیہ بیان کئے گئے ہیں۔ جن کی مدد سے وہ مصلحتیں معلوم کی جا سکتی ہیں جو شرعی احکام میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں صحیح احادیث کے مجموعے کی تشریح ان قواعد کلیہ کے مطابق کی گئی ہے۔

رحمۃ للعٰلمین

کے دربار میں ایک غیر مسلم کا خراجِ عقیدت

اَلفَضْلُ مَاشَھِدَتْ بِہِ الاَعْدَآءُ (فضیلت وہ ہوتی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں)
(حدیثِ نبویؐ دکنز الاخلاق)

(از جناب امرچند صاحب قیس جالندھری)

وہ ابرِ فیضِ نعیم بھی ہے۔ نسیمِ رحمت شمیم بھی ہے
شفیق بھی ہے۔ خلیق بھی ہے۔ رحیم بھی ہے کریم بھی ہے

وہ حسنِ سیرت کا ہے مرقع۔ جمالِ حق ہے جمال اُس کا
وہ پیکرِ فطرتِ معلّٰے۔ شبیہِ خُلقِ عظیم بھی ہے

وہ معنئ حسنِ آفرینش۔ نظر نوازِ ہر اہلِ بینش!
حبیبِ ربِّ جلیل بھی ہے۔ جمیل بھی ہے سلیم بھی ہے

وہ علم و عرفاں کا ہے مدینہ۔ خزینۂ راز اس کا سینہ
وہ پیکرِ نورِ سرمدی ہے۔ وہ حسنِ خلقِ عظیم بھی ہے

وہ حاملِ و صاحبِ شریعت۔ وہ مرشد و ہادیِ طریقت
معلّمِ معرفت بھی ہے اور۔ رموزِ حق کا علیم بھی ہے

خلیلؑ کی وہ دعا کا ثمرہ۔ کلیمؑ نے اس کی دی بشارت
وہ خاتمِ نعمتِ نبوّت۔ ظہورِ لطفِ عمیم بھی ہے

کوئی یہ اس کا وقار دیکھے۔ پھر اس پہ یہ انکسار دیکھے
سرِ مبارکؐ پہ تاجِ اطہر ہے۔ دوش پر اک گلیم بھی ہے

اُٹھائیں جن سے اذیتیں پھر اُنہیں کے حق میں دعائیں مانگیں
کسی میں یہ شانِ علم بھی ہے اور ایسا کوئی حلیم بھی ہے

وہ بقعۂ نور وہ مدینہ حضورؐ خلوت نشیں ہیں جس میں!
نعیمِ خلدِ بریں بھی اُس میں۔ وہ رشکِ خلدِ نعیم بھی ہے

ہوا جو یثرب سے آرہی ہے۔ ہر اک کلی کو کھلا رہی ہے
یہی ہوا ہے نسیمِ رحمت۔ یہی لطافت شمیم بھی ہے

جنابِ موسیٰؑ کلیم تھے۔ میں بھی مانتا ہوں کلیم اُن کو
میرے پیغمبرؐ کا ہے یہ رتبہ جلیل بھی ہے کلیم بھی ہے

یہ آپؐ کے قیس کا ہے ایماں حضورؐ ہیں رہنمائے انساں
حضورؐ کا جو نہیں ہے قائل۔ شقی بھی ہے وہ لئیم بھی ہے!

مرتبہ :- چودھری عبدالرحمن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

انسان کی روحانی تربیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اما بعد :-

اللہ تعالےٰ نے انسان میں دو چیزیں رکھی ہیں - ایک روح اور دوسرا جسم ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اصطلاح میں ان کو ملکیت اور بہیمیت سے تعبیر فرماتے ہیں - دونوں کے مجموعے کا نام انسان ہے - درحقیقت انسان روح کا نام ہے -

مرنے کے بعد روح نکل جاتی ہے - جسم زمین کی پیداوار ہے اور روح آسمان سے آئی ہے - حدیث شریف سے ثابت ہے کہ چوتھے مہینے ماں کے پیٹ میں جب بچّہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے -

اللہ تعالےٰ چونکہ دونوں کا ربّ ہے - اس لئے دونوں کی تربیت اس نے اپنے ذمّہ لے رکھی ہے - زمین کی ساری چیزیں جسم کی تربیت کے لئے ہیں - پہاڑ - دریا - درخت - حیوانات - نباتات - معدنیات سب انسان کے لئے ہیں - اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں :-

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

(سورہ بقرہ رکوع ۳ پارہ ۱)

(ترجمہ) :- (اللہ تعالیٰ) وہ ہے جس نے (اے انسانو!) جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا) یہ انسان کی جسمانی تربیت کا نظام ہے -

خدا کی قدرت دیکھئے کہ ہر ملک کی پیداوار علیحدہ ہوتی ہے - پاکستان میں نمک پیدا ہوتا ہے جو ہندوستان میں نہیں ہوتا - ہندوستان میں کیلا پیدا ہوتا ہے - پاکستان میں بھی کیلا پیدا ہوتا ہے - مگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا -

بحیثیت ربّ العالمین روحانی تربیت بھی اس کے ذمّہ عائد ہو جاتی ہے - جسمانی تربیت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو پیدا اللہ تعالیٰ کرتا ہے - مگر ماں باپ ان کی ترکیب و تحلیل کر کے بچّہ کے منہ میں ڈالتے ہیں - کوئی چیز کچی اور کوئی پکا کر بچّہ کو کھلاتے پلاتے ہیں - ماں باپ کی جسمانی تربیت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو بچہ پہلے خود کروٹ بھی نہیں بدل سکتا وہ اتنا قوی ہیکل جوان ہو جاتا ہے کہ ڈھائی من کی بوری بآسانی اٹھا لیتا ہے - بعینہٖ یہی حال روحانی تربیت کا ہے - روحانیت کی غذا قرآن مجید ہے - قرآن مجید کو نازل تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا - مگر اس کا رنگ چڑھانے والے روحانی مربّی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - اللہ تعالےٰ نے حضورؐ سے پہلے انسان کی روحانی تربیت کے لئے وقتاً فوقتاً ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے (۱۲۳۹۹۹) انبیاء علیہم السّلام مبعوث فرمائے اور سابقہ کتب سماوی نازل فرمائیں - ان روحانی مربیوں کی بعثت سے پہلے کوئی کافر اور کوئی مشرک ہوتا ہے - ان کی تربیت سے انھیں میں سے کوئی صدّیق کوئی فاروق اور کوئی شہید بن جاتا ہے - حضورؐ کی بعثت کے بعد اب روحانی تربیت فقط آپ کی دامنگیری سے ہو سکتی ہے - اس کو سمجھانے کے لئے میں ایک بڑے پنڈال کی مثال بیان کیا کرتا ہوں - جس میں داخلے کے لئے کئی دروازے ہیں جب پنڈال بھر جاتا ہے تو سوائے صدر دروازہ کے سب دروازے بند کر دئے جاتے ہیں - اس کے بعد پنڈال میں داخلہ صرف صدر دروازہ سے ہی ہو سکتا ہے - اسی طرح جنّت میں داخلہ کے لئے بھی کئی دروازے ہیں - مثلاً ایک دروازہ پر نوحؑ داخلہ کا ٹکٹ عطا فرمانے کے لئے رونق افروز تھے - دوسرے پر ابراہیمؑ - تیسرے پر موسےٰؑ اور باقی دروازوں پر دوسرے انبیاء علیہم السّلام - صدر دروازہ پر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں - اب باقی سب دروازے بند ہو چکے ہیں - صرف صدر دروازہ کھلا ہے - اب حضورؐ کی دامنگیری کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا - اگر ایک شخص انبیائے سابقین میں سے کسی کا متبع ہے - مگر حضورؐ پر تبلیغ کے بعد بھی ایمان نہیں لاتا تو وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا - بلکہ مردود قرار پائے گا - روحانیت کی غذا فقط قرآن مجید ہے - اس کے نزول کے بعد نجات کے لئے حضورؐ کی دامنگیری لازمی ہے - حضرت صدیق اکبرؓ - اور حضرت ابوذر غفاریؓ بے شک اسلام لانے سے پہلے بھی نیک تھے - لیکن صحیح راستہ کی طرف حضورؐ کی دامنگیری کے بعد ہی رہنمائی ہوئی - عشرہ مبشرہ کو جنّت کی خوشخبریاں اور اصحابِ بدر کو اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کے سرٹیفکیٹ حضورؐ کی دامنگیری کے بعد ہی عطا ہوئے -

تربیت روحانی نہیں ہو سکتی الا بتعلیم القرآن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بعد قرآن مجید کو حال بنانا ضروری ہے - اس کے بغیر روحانی تربیت ناممکن ہے ہندوؤں کے سادھو بہت ریاضتیں کرتے ہیں - کوئی جسم پر بھبوت مل کر بیٹھ جاتا ہے - کوئی ہاتھوں کو اوپر کر کے ان کو سکھا لیتا ہے - کوئی کھڑے کھڑے ٹانگیں سکھا دیتا ہے - لیکن اہل اللہ کو نظر آتا ہے کہ ان کے سینوں میں نور نہیں ہے - گویا کہ ساری عمر برباد ہوئی - نہ دنیا ملی اور نہ آخرت ہاتھ آئی - سینہ میں نور قرآن کی تعلیم اور حضورؐ کی دامنگیری سے آتا ہے - بعض ہندو قرآن مجید پڑھے ہوئے ہیں - پنڈت رام چند دہلوی اعلیٰ درجہ کا قاری تھا - وہ حدیث بھی پڑھا ہوا تھا - اس کے ساتھ بڑے بڑے عالم بھی مناظرہ نہیں کر سکتے تھے - قرآن اور حدیث کا عالم ہونے کے باوجود حضورؐ کی دامنگیری کے بغیر بے ایمان تھا - قرب الی اللہ کا راستہ نہیں معلوم ہو سکتا جب تک انسان کلمہ نہ پڑھے - اس کے بعد تکمیل قرآن کے ذریعہ ہو گی - پھر ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس راستہ میں ترقی کرتا ہے - ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست !

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَ سُنَّتُ رَسُوْلِہٖ ؟

(ترجمہ : میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں - جب تک کہ تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے - (وہ دو چیزیں کیا ہیں ؟) کتاب اللہ

اور اس کے رسول کی سنّت) گمراہی سے بچنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ امیر ہو یا غریب۔ عالم ہو یا جاہل۔ مرد ہو یا عورت۔ جو بھی قرآن اور حدیث سے ناآشنا ہوگا۔ وہ گمراہ ہوگا۔ میں ہمیشہ آپ سے کہا کرتا ہوں کہ یا تو انسان خود عالم قرآن ہو یا کسی عالمِ قرآن کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ہو یا اللہ تعالےٰ مادر زاد ولی بنا دیں۔ ان تینوں صورتوں کے بغیر شیطان ایمان نہیں رہنے دیتا۔ قرآن اور حدیث دونوں محفوظ ہیں۔ قرآن کی حفاظت کا ذمّہ اللہ تعالےٰ نے لے رکھا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

(سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

(ترجمہ۔ ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جب تک حضور کا اسوۂ حسنہ محفوظ نہ ہو۔ اس لئے قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث خود بخود محفوظ ہو گئی۔

مسلمانوں کے سوا کسی امت کے پاس نہ اُن کی آسمانی کتاب محفوظ ہے اور نہ اُن کے نبی کا اسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے کلام میں سے صرف یہ ایک فقرہ محفوظ ہے۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت!

اس کا فارسی میں کسی نے ترجمہ کیا ہے ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

(اگر تو بے حیا ہو جائے تو جو تیرا دل چاہے کر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لتتبعنّ سنن من قبلکم شبراً بشبرٍ و ذراعاً بذراع (ترجمہ: البتہ تم ضرور ان کے نقشِ قدم پر چلو گے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ) من قبلکم کے متعلق جب صحابہ کرام نے عرض کی کیا ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ آپ نے فرمایا اور کون؟

ان کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ مِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ ..

یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ کتاب و سنّت سے ناآشنا ہیں۔ اور چند خود ساختہ رسم و رواج کو دین کا نام دے رکھا ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالےٰ نے ایک خاصیت رکھی ہے۔ جو اس کے بغیر دوسری کسی چیز میں نہیں ملے گی۔ نمک کے اندر جو نمکینی ہے وہ مشک و عنبر میں نہیں ہے۔ اگر نمک نہیں ڈالیں گے تو غریب کی ہنڈیا اور امیر کی دیگ پھیکی ہوگی۔ قرآن میں غور و خوض نہ کرنے والا عالم بھی گمراہ ہوگا اور جاہل بھی۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو بتلاتی ہے کہ ہمارا خدا سے کیا تعلق ہے اور خدا کا ہم سے کیا تعلق ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو قرآن مجید اور حضور کی سنت کے مطابق روحانی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

صحّت کو غنیمت سمجھو

قاری حافظ عبدالحفیظ بی اے پرنسپل شہباز کالج شاہدرہ لاہور

ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ٥

(ترجمہ:۔ پھر البتہ پوچھے جاؤ گے تم اُس دن نعمتوں سے)

صحت و عافیت اور کھانے پینے اور تمام لذّتوں کی بازپرس ہوگی کہ اُن کا کیا شکر ادا کیا۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا۔ جسم کی صحت کان آنکھ یہ سب اللہ کی نعمت ہے۔ اللہ تعالےٰ سوال کرے گا کہ اس کو کس کام میں استعمال کیا تھا۔ آیا میری رضامندی کے کاموں میں یا ناراضگی کے فرمایا:۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔ (ترجمہ:۔ بیشک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ دُنیا کا مزہ پیٹ بھر کر کھانا ٹھنڈا پانی پینا سایہ دار جگہ میں رہنا ہاتھ پاؤں کا درست رہنا میٹھی نیند سونا یہ سب وہ نعمتیں ہیں جن کی آخرت میں پرسش ہوگی۔ حدیث ابن عباس میں مرفوعاً آیا ہے وہ نعمتیں ہیں کہ اکثر آدمی اس میں مغبون ہیں۔ الصحة والفراغُ۔ ایک صحت دوسرے فراغت یعنی ان کے معنی شکر کرتا صرہیں حق واجب کے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ مَرَضِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ وَغِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ"

ترجمہ:۔ پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھو پانچ چیزوں سے پہلے (۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) صحت کو مرض سے پہلے (۳) فراغت کو مشغولیت سے (۴) زندگی کو موت سے پہلے (۵) مالداری کو فقیری سے پہلے۔ تفسیر مدارک میں ایک واقعہ درج ہے کہ:

خلیفہ ہارون رشید کا شاہی طبیب عیسائی تھا۔

ایک دن شاہی طبیب نے خلیفہ کے مسلمان ندیم سے کہا کہ تمہارے قرآن میں علم طب موجود نہیں ہماری انجیل میں موجود ہے۔

ندیم مسلمان نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے صرف نصف آیت میں ساری طب بھر دی ہے۔

شاہی طبیب عیسائی نے کہا کہ وہ کونسی آیت ہے

ندیم نے جواب دیا کہ وہ آیت یہ ہے كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (کھاؤ اور پیو فضول خرچی نہ کرو۔ کیونکہ زیادہ کھانے سے اکثر امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی طرف وارد ہونے والی ہیں۔ پس، جب معدہ صحیح ہوا۔ تو تمام جسم سلامت رہے گا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

کھانے پینے میں صحت کا خیال رکھنا چاہیئے
"خوردن برائے زیستن است نہ زیستن برائے خوردن!"

جب صحت بگڑ گئی تب پتہ چلے گا ؎
قدر صحت مریض سے پوچھو
تندرستی ہزار نعمت ہے!

تندرستی کے معنی ہیں جسم کا صحیح حالت میں ہونا۔ تندرستی ایک ایسی بیش بہا نعمت خداوندی ہے جس کا مقابلہ دُنیا کی کوئی شے نہیں کر سکتی۔ ہماری خوشی کا دارو مدار اور ہماری تمام اُمیدیں اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جسم کی خرابی کا اثر دل و دماغ پر فوراً پڑتا ہے۔ صحت کی قدر و قیمت کا پتہ بیماری لاحق ہونے کے بعد لگتا ہے۔ بیمار اور صحت مند انسان میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اگر کسی آدمی کے پاس دولت موجود ہو۔ لیکن اس کی صحت خراب ہو تو ساری دولت اس کے لئے بیکار ہے ؎

گر دولتوں سے تیرا بھرا ہے تمام گھر
بیمار ہے تو خاک سے بدتر ہے مال و زر
ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ
چنگا و تندرست ہو عزت سے ہو نباہ

صحت ایسی چیز ہے جس کی ہر شخص کو ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان دنیا میں کوئی کام بھی انجام نہیں دے سکتا۔ تندرستی کے بغیر جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جان ہے تو جہان ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ ۲۱ر جمادی الاول ۱۳۷۵ھ ۶ر جنوری ۱۹۵۶ء

کھانے پینے کے متعلق اسلامی تہذیب

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام - دنیا میں بسنے والی ہر قوم کی اپنی اپنی تہذیب ہے - اور ہر قوم اپنی تہذیب ہی سے پہچانی جاتی ہے - انگریز نے اپنے نوے سالہ دور حکومت میں یہ کوشش کی ہے - کہ ہندوستان کی دو بڑی قوموں مسلمان اور ہندو کو اپنی تہذیب کا رنگ چڑھا دے - اور وہ اس کوشش میں کامیاب ہو کر گیا ہے - معمر حضرات کو یاد ہوگا - مسلمان سلوار یا تہبند باندھتا تھا - تو ہندو دھوتی باندھتا تھا مسلمان کے بال کنپٹی تک برابر ہوتے تھے - اور ہندو کے سر پر بودی ہوتی تھی - ہندو تہذیب میں جینو پہننا لازمی تھا - علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت سی چیزیں دونوں قوموں میں مابہ الامتیاز تھیں - انگریز کی دیکھا دیکھی میں دونوں ہی اپنی اپنی تہذیب سے دست بردار ہو گئے - دونوں نے داڑھیاں منڈا دیں - دونوں نے انگریزی فیشن کی حجامت بنوالی - دونوں نے ہیٹ سر پر پہن لی - دونوں نے پتلون اور بوٹ کو اپنا لباس بنالیا

میں فیشن ایبل نوجوان کو سلام نہیں کرتا تھا

ملک کے تقسیم ہونے سے پہلے شہر لاہور میں راستہ چلتے ہوئے اگر کوئی فیشن ایبل نوجوان میرے پاس سے گزرتا تھا - تو میں اسے السلام علیکم نہیں کہا کرتا تھا کہ شاید یہ کوئی کٹر ہندو ہو - اور میرے سلام کو برا منائے - حاصل یہ ہے - کہ یہ تمیز نہیں ہوسکتی تھی - کہ یہ مسلمان ہے - یا ہندو

اسلامی تہذیب کا زندہ رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے

برادران اسلام - آج زمین کی سطح پر سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب زندہ نہیں ہے - کیوں کہ دنیا کی کسی قوم کے پاس مذہب کی بنیاد یعنی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے - اور نہ ہی کسی قوم کے پاس اپنے مذہب کے بانی یعنی پیغمبر کے ارشادات ہی محفوظ ہیں - مسلمان کی یہ خوش نصیبی ہے - کہ اس کے پاس آسمانی کتاب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بلا کم و کاست محفوظ ہیں - اللہ تعالےٰ ان حفاظ یا قرآن مجید ناظرہ پڑھانے والے اساتذہ کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے - جن کی جدوجہد سے یہ چیز آج چودھویں صدی میں بھی ہمارے ہاں موجود ہے - اور محدثین حضرات کی قبروں پر بھی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں - جن کی محنت اور کوشش سے آج تک ارشادات نبویہ بالکل محفوظ طریقہ سے پہنچ گئے ہیں -

قرآن مجید کی عملی شرح

قرآن مجید کی عملی شرح سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور طریقہ ہی ہے اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ رکھنے کی کوشش کرے - تاکہ قرآن مجید عملی طور پر محفوظ رہے - آج کھانے پینے کے متعلق جو ارشادات نبویہ ہیں ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ مسلمان اس طریقہ پر کاربند ہو کر احیائے سنت کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں -

سنت پر عمل کرنے کا اجر

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے - (مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ - رواہ البیہقی) ترجمہ - جس شخص نے میری امت کے فساد کے وقت (یعنی جب شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دے گی) میری سنت پر عمل کیا - اسے سو شہیدوں جتنا ثواب ملیگا

لہٰذا

ہر مسلمان کا فرض ہے - کہ ہر ایک شعبۂ حیات میں حضور انور کی سنت اور طریقہ کو جاری رکھنے کی کوشش کرے -

رضاء الٰہی حاصل

کرنے کا ذریعہ فقط اتباع سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں محدود ہے - چنانچہ قرآن مجید میں اعلان ہے - (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳ ترجمہ کہدو - اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو - تو میری تابعداری کرو - تاکہ تم سے اللہ محبت کرے - اور تمہارے گناہ بخشے - اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

محبت الٰہی اتباع رسول میں محدود ہے

مذکورۃ الصدر آیت کا حاصل یہ ہے - کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعوےٰ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے - اور حضور انور ہی کی تابعداری کی برکت سے گناہ معاف ہوں گے - لہٰذا ہر شخص حضور انور کے اتباع ہی کے لحاظ سے بارگاہ الٰہی میں مرتبہ حاصل کرے گا - برادران اسلام - ہر مسلمان کا فرض ہے - کہ ہر شعبہ حیات میں آپ کا اتباع کرے اخلاقیات ہوں - یا معاشیات اقتصادیات ہوں یا سیاسیات -

حضور کے اتباع میں رحمت ہے

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے (وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ) سورہ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷ ترجمہ اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے -

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یعنی آپ تو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اگر کوئی بدبخت اس رحمۃ عامہ سے خود ہی منتفع نہ ہو - تو یہ اس کا قصور ہے - آفتاب عالمتاب سے روشنی اور گرمی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے - لیکن کوئی شخص اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کرلے تو یہ اُس کی دیوانگی ہوگی - آفتاب کے عموم فیض میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا - اور یہاں تو رحمۃ للعالمین کا حلقہ فیض اس قدر وسیع ہے - کہ جو محروم القسمت مستفید ہونا نہ چاہے - اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے - چنانچہ دنیا میں علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اٹھاتا ہے - نیز حق تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ پہلی امتوں کے برخلاف اس امت کے کافروں کو عام و مستاصل عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا - میں تو کہتا ہوں - کہ حضور کے عام اخلاق کے علاوہ جن کافروں پر آپ جہاد کرتے تھے - وہ بھی مجموعہ عالم کے لیے سراسر رحمت تھا - کیونکہ اس کے ذریعہ سے اس رحمت کبریٰ کی حفاظت ہوتی تھی - جس کے آپ حامل بن کر

آئے تھے ۔ اور بہت سے اندھے جو آنکھیں بنوانے سے بھاگتے تھے ۔ اس سلسلہ میں ان کی آنکھوں میں بھی خواہ مخواہ ایمان کی روشنی پہنچ جاتی تھی ایک حدیث میں ہے ۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا قْتُلَنَّھُمْ وَ لَاُصَلِّبَنَّھُمْ وَلَاھْدِیَنَّھُمْ وَھُمْ کَارِھُوْنَ اِنِّیْ رَحْمَۃٌ بَعَثَنِیَ اللّٰہُ وَلَا یَتَوَفَّانِیْ حَتّٰی یُظْھِرَ اللّٰہُ دِیْنَہٗ (ابن کثیر) ان الفاظ سے آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مطلب زیادہ وسعت کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا ہے

رحمۃ للعالمین کی کھانے پینے کے متعلق

ھدایات

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَؓ قَالَ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَۃِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ متفق علیہ ترجمہ عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے ۔ کہا میں بچہ تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ۔ اور میرا ہاتھ پیالے میں گھومتا تھا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بسم اللہ پڑھ ۔ اور دائیں ہاتھ سے کھا ۔ اور اپنے سامنے سے کھا

تین ہدایتیں

اس حدیث شریف میں کھانا کھانے کے متعلق تین ہدایتیں دی گئی ہیں ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانا کھانا چاہئیے ۔ اور دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئیے ۔ اگر دو آدمی اکٹھے کھانا کھا رہے ہوں ۔ تو دوسرے کے سامنے سے اٹھا کر چیز کھانی نہیں چاہئیے ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَاْکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ رواہ مسلم ترجمہ ابن عمرؓ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب تم میں سے کوئی ایک کھانا کھائے ۔ پھر چاہئیے ۔ کہ اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے ۔ اور جب پئے ۔ تو چاہئیے کہ اپنے دائیں ہاتھ سے پئے ۔

چوتھی ہدایت

پانی دائیں ہاتھ سے پینا چاہئیے ۔ کھانا کھانے کے وقت اس طرح کیا جائے بائیں ہاتھ سے گلاس پکڑا جائے ۔ اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی ساتھ لگالی جائے ۔ تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَاْکُلَنَّ اَحَدُکُمْ بِشِمَالِہٖ وَلَا یَشْرَبَنَّ بِھَا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْکُلُ بِشِمَالِہٖ وَیَشْرَبُ بِھَا رواہ مسلم ترجمہ ابن عمرؓ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تم میں کوئی ایک بھی بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے ۔ اور نہ پئے ۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور اسی ہاتھ سے پیتا ہے ۔

پانچویں اور چھٹی ہدایت

بائیں ہاتھ سے نہ کھایا جائے اور نہ پانی پیا جائے

ممانعت کا سبب

اس حدیث شریف میں بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی ممانعت کی علت بیان کی گئی ہے ۔ چونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے ۔ اس لیے شیطان کی مشابہت سے بچ کر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اختیار کرنی چاہئیے ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ مَا عَابَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَھَاہُ اَکَلَہٗ وَاِنْ کَرِھَہٗ تَرَکَہٗ متفق علیہ ترجمہ ابی ہریرہ سے روایت ہے ۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں کبھی نقص نہیں نکالا تھا ۔ اگر کھانا چاہا ۔ تو اسے کھا لیا ۔ اور اگر کھانا ناپسند ہوا ۔ تو اسے چھوڑ دیا ۔

ساتویں ہدایت

اگر کھانا پسند آئے ۔ تو کھا لیا جائے ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمت میں نقص نہ نکالا جائے ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقْرِنَ الرَّجُلُ بَیْنَ التَّمْرَتَیْنِ حَتّٰی یَسْتَاْذِنَ اَصْحَابَہٗ متفق علیہ ترجمہ ۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے ۔ کہا ۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے ۔ کہ آدمی دو دو کھجوریں اکٹھی کھائے ۔ یہاں تک کہ اپنے ساتھ کھانے والے ساتھیوں سے اجازت لے لے ۔

آٹھویں ہدایت

اگر آدمی دوسروں سے مل کر کھانا کھائے ۔ تو حرص کر کے دوسروں سے زیادہ کھانے کی کوشش نہ کرے ۔ مثلاً سب سے پہلے بوٹیاں چن چن کر کھا جائے ۔ یا مثلاً پینے کے لیے لسی آئی ہوئی ہے ۔ تو دو چار لقمے کھا کر چار گلاس لسی کے پی جائے ۔ حالانکہ وہ سب کا حصہ تھا ۔ اگر دوسروں سے زیادہ کھانے پینے کی حرص ہے ۔ تو دوسروں سے اجازت لے کر پھر کھا پی لے ۔ مثلاً اکٹھا کھانا کھا رہے تھے ساتھیوں سے کہدے ۔ کہ اگر آپ اجازت دیں ۔ تو میں چار گلاس لسی کے پی لوں ۔ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَنَسِیَ اَنْ یَّذْکُرَ اللّٰہَ عَلٰی طَعَامِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ رواہ الترمذی و ابو داؤد ۔ ترجمہ ۔ عائشہؓ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب تم میں سے کوئی ایک کھانے پر اللہ کا نام کہنا بھول جائے ۔ تو پھر کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ ۔

نویں ہدایت

اگر کھانا کھانے کے وقت اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا بھول جائے ۔ تو جب یاد آئے ۔ تو بسم اللہ اولہ و آخرہ پڑھ لے ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ رواہ الترمذی، و ابو داؤد و ابن ماجہ ترجمہ ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کھانے سے فارغ ہوتے تھے ۔ تو فرماتے تھے ۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین

دسویں ہدایت

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مسلمان کو مذکورہ بالا دعا پڑھنی چاہئیے ۔

شکر کا اجر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّائِمِ الصَّابِرِ رواہ الترمذی و رواہ ابن ماجہ والدارمی ۔ ترجمہ ابی ہریرہ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کھانا کھا کر شکر کرنے والا مثل صبر کرنے والے روزہ دار کے ہے ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اُتِیَ بِقَصْعَۃٍ مِّنْ ثَرِیْدٍ فَقَالَ کُلُوْا مِنْ جَوَانِبِھَا وَلَا تَاْکُلُوْا مِنْ وَّسَطِھَا فَاِنَّ الْبَرَکَۃَ تَنْزِلُ فِیْ وَسَطِھَا رواہ الترمذی و ابن ماجہ والدارمی ۔ ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے ۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ آپ کے پاس ثرید (شوربے میں روٹیاں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈال دی جائیں اسے ثرید کہتے ہیں) کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا ۔ پھر آپ نے فرمایا ۔ اس کے کناروں سے کھاؤ ۔ اور اس کے درمیان میں سے نہ کھاؤ ۔ کیونکہ برکت اس کے درمیان میں نازل ہوگی ۔

گیارھویں ہدایت

اگر کھانے کا برتن بڑا ہو ۔ تو چاہئیے ۔ کہ اس کے کناروں سے کھایا جائے ۔ پہلے پہل درمیان ہی میں ہاتھ نہ ڈالا جائے ۔

مسلمان کا فرض

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں اسلام کو نمایاں اور واضح کرنے کی کوشش کرے ۔ اسلام دنیا میں اسی صورت سے زندہ رہ سکتا ہے ۔ تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے اسلام کو ※

※ اسی طریقہ پر زندہ رکھا ہے ۔ آج چودھویں صدی کے مسلمان کا فرض ہے ۔ کہ اپنے اسلاف کے طریقہ پر ہی اسلام کو زندہ رکھنے کی بھرتوڑ کوشش کریں ۔ وما علینا الا البلاغ

نماز اور قرآن

از جناب مولانا عبد الحمید صاحب سروش لاہور

مُسلم:- لفظ مُسلم اسلام سے مشتق ہے۔ اسلام کے معنی ہیں سر تسلیم خم کرنا۔ اسم فاعل ہونے کی بنا پر مسلم کے معنی ہوئے سر تسلیم خم کرنے والا۔ لغتہً "ہر فرمانبردار" کو مُسلم کہلانے کا حق تو حاصل ہے۔ لیکن اصطلاحاً یہ لفظ خاص ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اللہ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی فرمانبرداری کا کلمۂ توحید (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑھ کر عہد کر لیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں مسلم کہلانے کا مستحق صرف وہ شخص قرار پایا جس نے تعلیمات اسلام کی تصدیق قلبی پر اقرار لسانی کی مہر ثبت کر دی۔

یہ لفظ کسی خاص قوم اور نسل کا حصہ نہیں کیونکہ اسلام مروجہ قومیت کے غرور کو مٹاتا ہے۔ اس کا احیاء نہیں کرتا۔ فرمایا :-

وجعلنا کم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع۲)

(ہم نے رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو۔ اللہ کے ہاں عزت اسی کی زیادہ ہے جس میں ادب وتقوی زیادہ ہے)

اسی طرح یہ لفظ کسی ملک اور وطن سے مختص نہیں۔ کیونکہ ملکی اور وطنی افتخار واختصاص بھی اسلام کے نزدیک باطل ہے۔ وہ بتلاتا ہے کہ زمین اللہ کی ہے اور اس میں رہنے والے سب اللہ کے ہاں یکساں درجہ رکھتے ہیں۔ ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ۔ (اعراف - رکوع ۱۵)

(زمین اللہ کی ہے جسے اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے) قرآن میں اور

الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی کلکم ابناء آدم وآدم من تراب -(حدیث)

(یاد رکھو کسی عرب کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عرب پر کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر تقوی کے بغیر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے) حدیث میں اسی افتخار باطل کی تردید وارد ہے۔

امتثال اور اہمیت:- ظاہر بات ہے کہ جب کسی ادارہ کے ملازمین کی فہرست میں آپ اپنا نام درج کرا لیتے ہیں تو اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر لینا اور ہمہ تن اس کی تعمیل و امتثال میں لگ جانا ہی آپ کا واحد فرض رہ جاتا ہے۔ چوں چرا کرنے کے تمام اختیارات آپ سے سلب ہو جاتے ہیں عقل سلیم اس عندیہ کی صحت پر صاد کرتی ہے ایک شخص فوج میں بھرتی ہو جانے کے بعد اپنے کمانڈر یا سپہ سالار کے حکم پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ ورنہ فوج کا نظم درہم وبرہم ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ ایسی فوج دشمن کے مقابلہ میں اتحاد و یکجہتی کے ساتھ میدان میں ہرگز نہیں آ سکے گی۔ چہ جائیکہ اپنے افسر کے حکم پر جان نچھاور کر کے فتح وظفر کا کوئی کارنامہ انجام دے۔

غور کیجئے۔ ایک سپہ سالار اپنی فوج کو ایک کمین گاہ میں لئے گرد و پیش کا جائزہ لینے اور دشمن کی نقل و حرکت نگاہ میں رکھنے میں مصروف ہے۔ دیکھتا ہے کہ یکایک دشمن کی افواج قاہرہ سر پر آ موجود ہوئیں اور کوئی دم میں حملہ کیا چاہتی ہیں مصلحت وقت متقاضی ہے کہ حملہ میں پہل کی جائے۔ ورنہ میدان ہی ہاتھ سے نہیں گیا۔ بلکہ تمام فوج سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہی نہیں بلکہ سپہ سالار کی اپنی جان کا بچنا اور ملک کا محفوظ رہنا بھی محال ہے یہ سب کچھ حالات کے اندازہ کے مطابق اتنا صحیح ہے کہ ہر شخص سمجھانے سے بخوبی اس کا یقین کر سکتا ہے۔ مہلت نہیں کہ فوج کے ہر سپاہی پر یہ حقیقت نفس الامری آشکار کی جا سکے۔ سپہ سالار مجبوراً "بزن" کا حکم دے دیتا ہے۔ لیکن بجائے تعمیل حکم کے آگے سے بحث وتکرار کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ لِمَ، کَیفَ، چرا، کیوں WHY کا وہ ہنگامہ بپا ہوتا ہے کہ تعمیل حکم پر یقین رکھنے والوں کے دل بھی شک و ریب میں مبتلا ہو کر متزلزل ہو جاتے ہیں غنیم حملہ کر دیتا ہے۔ اور اس فوج کو فتح وظفر کے شادیانے بجانے کے بجائے شکست وہزیمت کی ذلت و رسوائی اپنے تمام بھیانک نظاروں کے ساتھ آ دبوچتی ہے۔ ملک کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ دولت لٹ جاتی ہے۔ امن وامان غارت ہو جاتا ہے اور اسے غلامی کی رسوا کن بوجھل زنجیروں میں جکڑ لیا جاتا ہے۔ فیصلہ کیجئے؟ کیا ایسی فوج، فوج کہلانے اور ایسا سپہ سالار، سپہ سالار کا نام پانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ادنی سے عقل وفہم رکھنے والے انسان کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کے نظم وضبط کا رشتہ ہی ٹوٹا ہوا ہے۔ وہ شیرازہ یعنی تعمیل حکم داعیہ اور معاہدہ ہی استوار نہیں جو اس بھیڑ کے منتشر اجزا کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے یکجا رکھتا۔

اسلام اور اطاعت حکم:- یہ فطری صداقت خاتم ادیان اور عالمگیر صداقتوں کے مظہر اتم، اسلام نے بھی پیش نظر رکھی اور اپنے متبعین سے متذکرہ صدر معاہدہ کرنے دل سے ایمان لانے اور کلمۂ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا زبان سے اقرار کر لینے کے بعد بحث وحجت کے تمام اختیارات چھین لئے۔

یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الدنیا سجن المومن (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے) یہاں سے بھی اس کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔

جب تک ایک شخص اسلام کو قبول نہیں کر لیتا اسے لا اکراہ فی الدین (دین میں جبر نہیں) کے تحت پورا پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اس دین متین کے ایک ایک جزئیہ کو عقل وفہم اور بحث واستدلال کی کسوٹی پر پرکھے۔ اور صحت وعدم صحت کے بارہ میں کوئی رائے قائم کرے۔ تعمیل احکام کا اسے مکلف نہیں گردانا جاتا۔ جس طرح فوج میں بھرتی ہونے اور ملازمت اختیار کرنے سے قبل آپکو آزادی حاصل ہے۔ مگر جونہی کہ آپ بھرتی ہو گئے یا ملازمت قبول کر لی۔ یہ آزادی یکسر سلب ہو گئی۔

اسی طرح بقیام ہوش وحواس جب آپ نے اسلام سے اس کے اتباع و اطاعت کا معاہدہ کر لیا اور مسلم کا لقب اختیار کر لیا تو اب اسلام بھی حیل وحجت کرنے بے راہ چلنے اور آزاد منش رہنے کی اجازت باقی نہیں چھوڑتا۔ اب زندگی کا کوئی گوشہ اسلامی رہنمائی اور مطالبہ اطاعت سے خالی نہیں رہنے پاتا۔

اب آپ کو اپنا دل بھی اپنے اختیار میں رکھنے کی اجازت نہیں۔ فرمایا۔ فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (نساء - ع ۹)

(قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے)

اب آپ اپنے ذاتی کاموں میں اپنا نجی کام (PRIVATE BUSINESS) سمجھ کر آزاد نہیں رہ سکیں گے۔ فرماتے ہیں :-

وَ ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ وَ رسولہ امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم (احزاب - رکوع ۵)

(اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا اور نہ ایماندار عورت کا جبکہ مقرر کر دے اللہ اور اس کا رسول کوئی کام کہ انہیں رہے اختیار اپنے کام کا)

اب تو آپ کی اپنی جان بھی آپ کی اپنی نہ رہی مال کا تو ذکر ہی کیا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے :-

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم واموالهم (توبہ - ع ۱۳)

(ترجمہ:- اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال)

جب جان - دل - مال اور کوئی کام بھی قرآن کی رُو سے ہمارے اختیار میں نہ رہا - سب کچھ ہم نے اسلام اختیار کرنے کے بعد اللہ کے قبضہ میں دیدیا تو اب ایک مسلمان کا کوئی حق رہ جاتا ہے کہ وہ کسی وقت اور کسی کام میں اسلام کی تعلیم کو پسِ پشت ڈال دے - کوئی مصلحت اور کوئی وقتی ضرورت بھی ایسی ہے جس کے پیش نظر اسلام سے بے اعتنائی برتی جا سکے - قرآن سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز نہیں - پھر کیا حال ہے ان مسلمان کہلانے والوں کا جنہیں رات دن کے ذاتی اعمال میں لمحہ بھر کو بھی کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ہم نے اسلام کی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد کر رکھا ہے - ذرا اپنی زندگی کو دیکھیں تو سہی کس نہج پر چل رہی ہے -

یہ حقیقت کہ کسی کے حکم کی اطاعت کا عہد کرنے کے بعد اختیار خود بخود سلب ہو جاتا ہے - اتنی معقول، مدلل واضح اور صاف ہے کہ کسی معقولیت پسند انسان کو مجال انکار ہی نہیں ہو سکتی - محکوم اور مختار دو ایسے الفاظ ہیں - جو کہ قطعاً دو ایسی متضاد متباین حقیقتوں کے حامل ہیں جن کے متحد و یکجا ہونے کی کوئی شکل ممکن نہیں - محکوم من حیث المحکوم کوئی گنجائش نہیں رکھتا کہ مختار رہ سکے - اسی طرح مختار بحیثیت مختار محال ہے کہ محکوم بھی ہو -

معلوم ہوا کہ ایک مسلم کے لئے من حیث المسلم روا نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مصالح و حکم کے درپے ہو کر تعمیل احکام میں تعویق و گریز کی راہ نکالے - چھوڑئیے اور بڑی بات ایک ذرۂ ناچیز، ضعیف البنیان مخلوق انسان کی حقیقت ہی کیا ہے کہ خالق ذوالجلال باری و متعال، مالک السموات و الارض - علام الغیوب - علیم بذات الصدور قدیر و حکیم مولا کے احکام کی وجہ و سبب دریافت کرے - یہی وجہ ہے کہ بعض اکابر فقہ و تفقہ نے ایسے شخص کے دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا فیصلہ کیا ہے - کیونکہ اس کے اس فعل سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مقابلہ میں اس علت و سبب کی عزت و وقعت زیادہ ہے - جس کے درپے استفسار ہے اور یہ بات بنیادی معاہدہ اسلامی (FUNDAMENTAL AGREEMENT) کے خلاف ہے -

احکامِ الٰہی

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے :- کہ اللہ تعالیٰ عز اسمہٗ و جل ثنائہٗ کے افعال معلل بالاغراض بایں معنی نہیں ہوتے کہ پہلے اسے ایک حاجت لاحق ہو اور پھر وہ قواعد فاعل و عمل کو حاجت روائی کی غرض بروئے کار لانے پر مجبور ہو - کیونکہ یہ اوصاف تو کسی محتاج ہستی میں پائے جاتے ہیں - وہ ذات جو مستجمع جمیع صفاتِ کمال ہے - غنی و حمید، مستغنی عن الاسباب و العلل بلکہ خود مسبب الاسباب ہے - اس کی ذات تو ایسی ا[illegible] ت سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے اس کے متعلق تو ایسا خیال کرنا بھی انتہائی گستاخی اور اس کی شان بالا و والا سے اپنی پرلے درجہ کی جہالت و نادانی کا ثبوت بہم پہنچانا ہے - سبحانہٗ و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً - لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کے افعال حکم و مصالح سے خالی اور کیف ما اتفق (محض اتفاقاً) سرزد ہوتے رہتے ہیں - نہیں بلکہ اس کے اعمال و افعال میں اس قدر رموز و اسرار اور اس درجہ فوائد پنہاں و عیاں ہوتے ہیں کہ نہ انسانی فکر و فہم وہاں تک رسائی پا سکتی ہے نہ بشری ذہن و دماغ ان کا احاطہ کر سکتا ہے - نہ انسان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہی موجود ہے جس کے طفیل ان کے ادراک و احاطہ پر قادر ہو سکتا -

قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہٖ مدداً (تو کہہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں - بے شک دریا خرچ ہو چکے - ابھی نہ پوری ہوں میرے رب کی باتیں اور اگرچہ دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی اس کی مدد کو)

قرآن عزیز اور ملحدین

یہی حال اس کے احکام اور اوامر و نواہی کا ہے - یہی وجہ ہے کہ اس کی کتاب (قرآن حکیم) ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب ہے - یہ اوصاف گر اس کی کتاب میں نہ پائے جاتے تو موجودہ دورِ الحاد و زندقہ میں جبکہ غیر نہیں خود مسلمان کہلانے والے لوگ ہر چہار جانب سے یورش کر کے اسلام پر پے در پے وار کر رہے ہیں کبھی کے اس کتاب عزیز کی تغلیط و تکذیب کی جرأت کر چکے ہوتے - لیکن یہ جرأت محض اس بنا پر نہیں کر سکے کہ یہ کتاب عالمگیر صداقتوں کی روشنی کا ایک عالیشان مینار ہے - اگر یہ نہ ہو تو زندگی کا جہاز کسی صورت میں ساحل مراد سے ہمکنار نہیں ہو سکتا -

نماز اور قرآن

منجملہ ان اوامر و نواہی کے جو قرآن مجید و فرقان حمید میں نازل ہوئے - نماز کا حکم بھی ہے - نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن حکیم میں سب سے پہلے سورت میں جب ان لوگوں کا ذکر آیا جن کی ہدایت کے لئے یہ کتاب کریم اتاری گئی ہے تو ان کی صفات کے بیان میں دوسرے ہی نمبر پر صفت پابندی نماز مذکور ہوئی - ان کی پہلی علامت تو یہ ظاہر فرمائی کہ وہ ایمان بالغیب رکھتے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ اقامتِ صلوٰۃ کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں - فرمایا :-

ھدیً للمتقین الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ (بقرہ - ع ۱) (ترجمہ:- یہ کتاب رہنمائی کرتی ہے ڈرنے والوں کو جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں)

مراحم ربوبیت

ان سطور میں ہزاروں میں سے نماز کے چند مصالح و فوائد پر تعلیمات قرآن حکیم کے تحت روشنی ڈالی جا رہی ہے - ملاحظہ فرمانے سے پیشتر یہ بات بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ ہر چند لازم نہ تھا کہ نماز کا حکم صادر فرمانے کے بعد نماز کے فوائد و حکم بھی ظاہر فرمائے جاتے - لیکن قربان جائیے اس کی رحم سالاری کے کہ جہاں قرآن مجید میں اس کی پابندی کی بار بار تاکید فرمائی وہاں جا بجا اس کے فوائد و حکم پر روشنی ڈالنا بھی ازراہ مراحم ربوبیت ضروری خیال فرمایا - تا کہ اس کی پابندی اختیار کرنے والے اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے اور عدول حکمی کے مضار و مفاسد سے محفوظ رہنے کی امید سے اپنے قلوب کو اطمینان و رغبت کامل کے نور سے منور بنا لیں - ورنہ تمام روئے زمین کے جن و انسان کفر و عدوان اختیار کر لیں تو بھی ان کی شان خداوندی میں ذرہ بھر کمی واقع نہیں ہو گی - فرماتے ہیں :-

ان تکفروا انتم و من فی الارض جمیعاً فان اللہ لغنی حمید (ابراہیم - ع ۲) (اگر کفر اختیار کر لو تم اور سب لوگ جو زمین میں موجود ہیں تو اللہ غنی و حمید ہے اسے حاجت نہیں) اور اگر کائنات عالم کا ایک ایک ذرہ زہد و اتقا کی اعلیٰ ترین منازل پر فائز ہو جائے تو بھی اس کی شان الوہیت میں جو بھر اضافہ نہیں ہو گا -

نماز فحشاء و منکر سے باز رکھتی ہے

سورہ عنکبوت کے پانچویں رکوع میں فرمایا :-

اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر و لذکر اللہ اکبر - (نماز قائم رکھ - بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ اس کا پابند انسان برائیوں سے باز آ جاتا ہے - بھلا وہ ذی شعور انسان جو ابھی ابھی اللہ کے سامنے گڑگڑا کر دعا و تضرع پیش کر کے آیا ہے - جس نے اپنے اعلیٰ و برتر معبود حقیقی کو کانک تراہ (گویا کہ تو اس ذات قدیر و قیوم کو دیکھ رہا ہے) کے مطابق نہیں "فانہ یراک" (بیشک وہ تجھے دیکھتا ہے)۔ اس حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ تمہیں اللہ کی عبادت اس نہج پر کرنی چاہئے کہ گویا تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو - اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو یہ امر یقینی ہے کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے) کے مطابق اپنے آنکھوں کے روبرو سمجھتے ہوئے سجدہ کیا ہے جس کی یاد سے اطاعت و محبت کا چراغ دل میں روشن کر کے آیا ہے - کیا وہ اس قدر جلدی اس سے غافل ہو جائے گا کہ مسجد سے باہر آتے ہی سب کیا دھرا خاک میں ملا دے گا - پھر ابھی ابھی دو تین گھنٹے کے بعد ہی کیا منہ لے کر وہ اس کے سامنے جائے گا - لازم ہے کہ ایسے نمازی کے قلب میں خوف اور حیاء پیوست ہو جائے اور وہ ہر قسم کی برائیوں سے اجتناب کرنے لگے -

اسی نمازی کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون (کامیاب ہو گئے - مطلب کو پہنچ گئے - مراد پا لی ان ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں) بصیغہ ماضی فرمایا کہ جو لوگ اپنی نماز میں خشوع و خضوع، عاجزی اور گڑگڑاہٹ - خوف و تذلیل قلبی پیش کرتے ہیں انہوں نے کامیابی و کامرانی، نجات و فلاح حاصل کر لی - یعنی ایسی نماز کا ادا کرنا ہی ان کی نجات و فلاح کے لئے کافی ضمانت ہے - کیونکہ جو شخص ایسی نماز ادا کرے گا نا ممکن ہے کہ مقتضائے نماز کے خلاف آلودگیوں سے وہ اپنی زندگی کو ملوث کرے - اسے معلوم ہے کہ ابھی ذرا سی دیر میں مجھے اسی علیم و خبیر ذات کے دربار میں حاضر ہونا ہے - میں وہاں جا کر کیا جواب دوں گا - کیونکر اپنا پیچھا چھڑاؤں گا - وغیرہ

مساواتِ اسلامی

(از صاحب زادہ عبد الرحمٰن صاحب نئی آبادی جیا موسے لاہور)

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ٥

ترجمہ:- اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے

تفسیر:-

یعنی ذات بڑی ہونے سے آدمی میں بڑائی اور بزرگی نہیں آجاتی۔ ذاتیں صرف پہچاننے اور تعارف کے واسطے ہیں۔ بزرگی اور بڑائی اللہ تعالےٰ کے نزدیک تقویٰ ہی ہے جس کا تقویٰ بہت وہ اللہ کے نزدیک بہت بزرگ ہے۔ اگرچہ کم ذات کا ہو۔ اور جس میں تقویٰ نہیں۔ وہ اللہ کے نزدیک بزرگ ہی نہیں اگرچہ ذات کا بڑا ہو۔ پرہیز دھنیا۔ جلاہا۔ فاسق فاجر شیخ۔ سیّد مغل اور پٹھان سے اچھا ہے۔ پھر بڑی ذات پر مغرور ہونا اور فخر کرنا محض حماقت اور نادانی ہے۔ جبیب ابن خراش رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے مسلمان سب بھائی ہیں۔ کسی کو کسی دوسر پر فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ کے ساتھ (ابن کثیر)

حضور اکرم صلعم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا:- اَیُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ آبَاكُمْ وَاحِدٌ۔ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى اِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ اَخُو الْمُسْلِمِ وَاِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَةٌ (حدیث)

ترجمہ:- اے لوگو خبردار تمہارا ربّ ایک اور تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ اور نہ سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت ہے اور نہ سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت ہے۔ سوائے پرہیزگاری کے (جو پرہیزگار ہے وہ دوسرے سے افضل ہے) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

قرآن شریف اور حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب اسلام میں کوئی ذات پات نہیں ہے۔ اہل ہند نے واقعی آجکل ذات پات کے جھگڑے پیدا کر رکھے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات زندگی بھی مساوات اسلامی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ سیّدنا عمر فاروق رضی سے جس وقت بیت المقدس والوں نے درخواست کی۔ کہ آپ بیت المقدس تشریف لے آئیں۔ سیّدنا عمر فاروق رضی جب بیت المقدس اپنے غلام کے ساتھ جا رہے تھے۔ دور دراز کا سفر ہونے کی وجہ سے ناقہ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جس وقت بیت المقدس کے قریب پہنچے۔ غلام کی باری سوار ہونے کی تھی اور سیّدنا عمر فاروق کی باری پیدل چلنے کی تھی۔ غلام نے کہا آپ اونٹنی پر سوار ہو جائیں اور میں پیدل چلوں گا۔ آپ نے فرمایا اب میری باری پیدل چلنے کی ہے جس وقت بیت المقدس والوں نے دیکھا تو حیران رہ گئے اور بیت المقدس کو بغیر لڑائی کے ان کے حوالے کر دیا۔

آگیا عین لڑائی میں گر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

نائی۔ موچی کا کام کرنے سے کوئی ذات نہیں بن جاتی۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے دستکاری کا کام کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہار کا کام کیا ہے۔ زکریا علیہم السلام نے نجاری کا کام کیا۔ حضرت ادریس نے علیہم السلام نے درزی کا کام کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ٹوٹی ہوئی پاپوش کو خود ہی سی لیا کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود مزدوری کی ہے۔ آج انہی مذکورہ بالا پیشوں کے کرنے والوں کو لوگ ذلیل سمجھتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہیں پتہ نہیں ہے کہ

بنی آدم اعضاءِ یک دیگر اند

جب تمام انسان آدم علیہم السلام سے پیدا ہوئے ہیں تو یہ شیخ۔ سیّد۔ مغل اور پٹھان کی ذاتیں کہاں سے آگئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ہندوؤں میں چار ذاتیں برہمن چھتری۔ ویش۔ شودر موجود ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں نے ان کی نقل اتار کر چار ذاتیں بنا کر ملّت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ سچ کہا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے

یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی زندگی سے مساوات اسلامی کا سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

حضرت عمر رضی کی خیر خواہی اور مسلمانوں میں اتفاق قائم رکھنے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جب آپ کے خاندان میں سے اور کسی دوسرے خاندان میں سے دو شخص کسی عہدے کی بابت قریب قریب ایک لیاقت کے ملتے تھے تو آپ دوسرے خاندان کے آدمی کو اپنے خاندان والے پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ یہی قاعدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رض کا بھی تھا۔ کیونکہ یہ لوگ دنیا پرستی سے پاک تھے۔ ان کو صرف خدا۔ سلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی مدنظر تھی۔ وہ عام مسلمانوں کو ایک خاندان سمجھتے تھے۔ بلکہ بعض وقت اپنے خاندان کے آدمی کو تکلیف میں دیکھ کر گوارا کر لیتے تھے۔ مگر دوسرے مسلمانوں کی تکلیف کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمۃ الزہرا رض نے رسول کریم سے درخواست کی کہ چکی پیسنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ کوئی خادمہ مجھے مل جائے۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ تم سے زیادہ مستحق وہ عورتیں ہیں۔ جن کے خاوند جنگوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ آنحضرت نے مرض موت میں حضرت ابوبکر رض کو اپنی جگہ نماز کیلئے یہ کہہ کر امام مقرر فرمایا کہ ان سے بہتر دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح پھر حضرت ابوبکر رض نے انتقال کے وقت اپنے خاندان سے الگ ایک غیر خاندان کے آدمی حضرت عمر رض کو یہ سمجھ کر کہ ان سے بہتر دوسرا کوئی نہیں ہے جانشین مقرر فرمایا۔ ابوبکر رض اور عمر رض جو بھی کام کرتے تھے تو خالص لوجہ اللہ کرتے تھے۔ اگر کسی کو موقوف کرتے یا سزا دیتے تو خود سزا یافتہ لوگ ان کا یہ کام بغض اور خود غرضی سے پاک سمجھتے تھے۔ اور تمام مسلمان ان کی ہاں میں ہاں ملانے کو تیار رہتے تھے اور سزا یافتہ لوگ شرمندہ ہو کر اپنی عادات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی وجہ سے تمام مسلمانوں کے دل میں خدا کے ساتھ خلوص ظاہری و باطنی کے دریا موجزن تھے۔ وہ دولت سے زیادہ خدا کی ظاہری و باطنی عبادت میں کوشش کرتے تھے۔ ان کے وقت میں تمام اسلامی دنیا روحانیت کا بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ اس خلوص اور روحانیت کی طاقت سے حضرت عمر کے زمانہ میں مسلمانوں کی قلیل التعداد دشمن کی نسبت غیر مسلح اور سامان رسد سے خالی فوج نے دنیا کی سب سے زیادہ جنگجو سلطنتوں (کسریٰ قیصر اور بادشاہ مصر) کا تختہ الٹ دیا۔ یعنی حضرت عمر رض عرب کے علاوہ جو رسول کریم اور ابوبکر رض کے وقت فتح ہو چکا تھا۔ ایران کی چار ہزار سالہ بادشاہت کو کوفہ اور بصرے سے لے کر بلخ سے پرے چین کی سرحد تک اور ہندوستان میں سندھ تک اور قیصر کی بادشاہت کو دمشق سے لے کر کوہ لبنان اور ایشیائے کوچک میں سمرنا اور مصر کی سلطنت کو قسطاط سے لے کر مصر کی انتہائی سرحدوں تک صرف دس سال چھ ماہ چار دن کے عرصہ میں فتح کیا۔

حضرت عمر رض اس زمانے میں روئے زمین کے تمام بادشاہوں سے زیادہ وسیع سلطنت کے مالک تھے۔ مگر خود صرف زیتون کے تیل سے اور کبھی گوشت سے اور کبھی بے سالن روٹی کھایا کرتے تھے۔ جب کوئی کھانا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مرید کی تعلیم و تربیت

از جناب مولوی محمد بخش صاحب مدرس فورکہ تحصیل و ضلع شاہپور

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے ماتحت جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کو اختصار کے ساتھ اس مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔

سالکوں کی تربیت کے مختلف درجے ہیں۔ جب مرید اللہ کے راستے پر چلنے کی طرف راغب ہو تو مرشد اس کو حکم دے کہ سب سے پہلے وہ سلف صالحین کے طریقے کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کر لے یعنی اللہ کو ذات واجب الوجود مانے اور یہ یقین رکھے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کو تمام صفات کمال مثلاً حیات۔ علم قدرت۔ ارادہ اور اس طرح کی دوسری صفات سے متصف خیال کرے۔

مرید اللہ کے لئے ان صفات کمال کو اسی طرح مانے جس طرح خود اللہ نے ان کو اپنے لئے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے۔ یا جس طرح صحیح احادیث و روایات سے یہ صفات الٰہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اُن کے اصحاب رضی یا تابعین سے ثابت ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اللہ کی ذات نقص اور زوال کے تمام عیوب سے منزہ مانے۔

صفات اللہ کے متعلق قرآن مجید میں ذات واجب الوجود کے متعلق استوا علی العرش ضحک یعنی ہنسی اور اثبات ید یعنی یہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ ہیں۔ اسی طرح کی جو چیزیں وارد ہوئی ہیں۔ ہم مجملاً ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور اُن کی تفصیل ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں اتنا ہم یقینی طور پر جانتے ہیں۔ کہ اُس ذات کا اپنے آپ کو استوا علی العرش سے متصف کرنا اس طرح نہیں جس طرح کہ ہم کسی کو اس صفت سے متصف کریں اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر (ترجمہ:۔ اس کی مانند کوئی چیز نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے) اللہ تعالےٰ نے اپنا استوا علی العرش ہونا خود اپنی محکم کتاب میں ثابت کیا ہے۔ اس لئے ہم اس کو استوا علی العرش ہونا مانتے ہیں۔ استوا علی العرش کے متعلق امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ استوا علی العرش معلوم ہے۔ اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

ذات واجب الوجود کو اس طرح ماننے کے بعد مرید کو چاہیئے کہ تمام انبیاء کی نبوّت کا بالعموم اور سیدنا حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوّت کا بالخصوص یقین و اثبات کرے اور آپ نے خدا کی طرف سے جو کچھ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اُن سب میں آپؐ کے اتباع کو واجب سمجھے اور آپؐ نے اللہ تعالےٰ کی صفات جس طرح بیان فرمائی ہیں۔ اور موت کے بعد دوسری زندگی میں انسانوں کے جسموں کے زندہ ہونا جنت۔ دوزخ حشر۔ حساب۔ روایت الٰہی۔ قیامت۔ عذاب قبر اور اس طرح کی اور چیزیں جو روایات سے ثابت ہیں اور صحیح احادیث میں ان کا ذکر آیا ہے مرید ان سب باتوں کی تصدیق کرے۔ تصحیح عقائد اور اثبات نبوت کے بعد مرید کو کبیرہ گناہوں سے بچنے اور صغیرہ گناہوں کے ارتکاب پر نادم ہونے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ کبیرہ گناہوں کی حقیقت یہ ہے۔ کہ وُہ گناہ جن کے متعلق قرآن اور احادیث میں دوزخ اور سخت عذاب کی وعید دی گئی ہے یا اس کے مرتکب کو کافر بتایا گیا ہے۔ گناہ کبیرہ مثلاً رسول اللہ نے فرمایا ہے جس شخص نے جان بوجھ کر نماز ترک کی وہ کافر ہوا۔ یا آپ کا یہ ارشاد کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان اگر کوئی فرق کرنے والی چیز ہے تو نماز ہے۔ چنانچہ جس نے نماز کو ترک کیا وہ کافر ہو گیا۔ نیز وہ گناہ جن کے ارتکاب پر شریعت کی طرف سے حد مقرر ہے جیسے زنا۔ چوری۔ رہزنی۔ شراب پینا یا اُن کی طرح کے اور گناہ جن کو عقل صریح طور پر برائی ہیں مذکورہ بالا گناہوں کے مساوی یا اُن سے بڑھا ہوا سمجھے۔ یہ سب کے سب کبیرہ گناہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت میں کسی اور کو شریک کرنا۔ اور رزق۔ شفا اور ہر طرح کے اور کاموں میں اللہ کے سوا اوروں سے مدد مانگنا ان کا شمار بھی کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ سورہ فاتحہ کی آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہ میں اسی شرک فی العبادت اور شرک فی الاستعانت سے برأت کا اظہار کیا گیا ہے۔

کبیرہ گناہوں میں کاہن کی تصدیق کرنا بھی شامل ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید اور فرشتوں کو گالی دینا۔ اُن کا انکار کرنا۔ نیز نماز کو ترک کرنا۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ روزے نہ رکھنا۔ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا۔ قتل ناحق۔ خودکشی۔ لواطت۔ کسی کا مال غصب کر لینا۔ خیانت کرنا۔ جھوٹی شہادت دینا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ پاکدامن عورت پر بہتان لگانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا ناپ اور تول میں بے ایمانی کرنا۔ جہاد میں میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا۔ رشوت لینا۔ جن سے نکاح حرام ہے۔ اُن سے نکاح کرنا۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان کٹنا پن کرنا۔ حاکم سے لوگوں کی چغلی کھانا۔ تاکہ وہ انھیں قتل کرے یا اُن کا مال لوٹ لے۔ دارالحرب سے ہجرت نہ کرنا۔ کفار سے موالات کرنا۔ جوا کھیلنا۔ جادو کرنا۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔

صغیرہ گناہ یہ ہیں۔ اوّل وہ کام جن سے شریعت نے روک دیا ہے۔ دوسرے ایسے کام جن سے شریعت کے مقرر کئے ہوئے احکام کی مخالفت ہوتی ہو۔ یا پھر ایسے امور کہ اُن کے کرنے سے دین کے طریقے بے اثر ہوتے ہوں۔

تصحیح عقائد۔ اثبات نبوت اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور صغیرہ گناہوں پر ندامت کے بعد مرید کو ارکان اسلام کی بجا آوری پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ چنانچہ اُسے چاہیئے کہ وُہ طہارت۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ادا کرے۔ اور اس طرح کہ اُن کے واجبات، آداب۔ ان کی ہیئت اور اذکار کو ٹھیک طرح سرانجام دے۔ اس کے بعد مرید کو چاہیئے کہ زندگی کی معاشی ضروریات یعنی اکل و شرب بات چیت اور لوگوں سے ملنے جلنے اور نیز خانگی معاملات یعنی نکاح۔ غلاموں اور اولاد کے حقوق اور پھر خرید و فروخت۔ ہبہ اور اجارہ وغیرہ امور پر توجہ کرے۔ اور ان کو بغیر کسی رو رعایت اور کجروی کے سنت کے مطابق ادا کرے۔ معاشی اور گھریلو زندگی کی ضروریات کے بعد مرید کو اُن اذکار کی پابندی کرنی چاہیئے۔ جو صبح و شام اور دیگر اوقات کے لئے مقرر ہیں۔

ریاکاری۔ غرور۔ حسد۔ اور کینہ سے اپنے اخلاق کو پاک کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

تلاوت قرآن بھی کرے اور آخرت کی یاد کر کے خدا سے لطف و کرم کا اُمیدوار رہے اور اس سے ڈرتا بھی رہے۔ اور اسے چاہیئے۔ کہ وُہ علم کی مجالس ذکر و اذکار کے حلقوں اور مساجد میں برابر حاضر ہو۔ جب مرید ان اعمال اور آداب میں راسخ ہو جائے۔ تو پھر اس کے لئے باطنی اشغال کرنے کا وقت آتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسے چاہیئے کہ وہ دل کو اللہ کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کرے۔ اور ہمیشہ اسی کی طرف لو لگائے رکھے۔

خط و کتابت

کرتے وقت نام۔ ڈاکخانہ۔ شہر یا گاؤں کا نام خوشخط لکھا کریں۔ تاکہ تعمیل ارشاد میں آسانی ہو۔

از جناب سید حافظ عبدالقدیر صاحب بانی و ینی صدر مجلس طلباء تحفظ ختم نبوت احمد پور شرقیہ

خدا شاہد نبیؐ شاہد زمیں شاہد زماں شاہد!
صداقت کل جہاں نے مان لی صدیقِ اکبرؓ کی

محترم حضرات! آج کے اجلاس میں کائنات کی ایک ایسی برگزیدہ ہستی کے ذکر پاک کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے "صاحب" ہونے کا خطاب دربارِ خداوندی سے ملا۔ اور جس کی نیازمندی اور خدمات کا اعتراف آنحضرتؐ ان الفاظ میں فرماتے کہ:-

"میں جس شخص کی دولت و رفاقت کا مشکور ہوں۔ وہ ابوبکرؓ ہیں"

تو وہؓ آبدیدہ ہو کر عرض کرتا "یا رسول اللہؐ جان و مال سب حضورؐ ہی کے لئے ہے"

حضرات! صدیق اکبرؓ کی پیدائش ہجری سنہ کے شروع ہونے سے پچاس سال چھ ماہ پہلے ہوئی۔ آپ کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا۔ جب دولتِ اسلام سے سرفراز ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسم گرامی عبداللہ تجویز فرمایا۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح مشہور ہے۔

عبداللہ نام۔ ابوبکر۔ کنیت۔ عتیق و صدیق لقب۔ والد کا نام عثمان اور والدہ کا نام سلمیٰ تھا۔

سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں آنحضرتؐ سے مل جاتا ہے۔ آپؓ لڑکپن اور جوانی ہی میں اپنی نیکی، سعادتمندی احسان و مروت، سچائی اور اصابت رائے کے لئے مشہور تھے۔ آپؓ نے زندگی بھر پیشانی مبارک کو بتوں کے سامنے نہیں جھکایا۔ اور نہ کبھی شراب پی۔ آپ کا قول تھا، کہ شراب پینے سے احسان و مروت کی عادت جاتی رہتی ہے۔ اور جسم میں بو ہو جاتی ہے۔

آپ کے والد ابو قحافہ عثمان بن عامر خزرجی کے مکہ میں سے تھے۔ آغاز اسلام میں تحریک اسلام کو "بازیچۂ اطفال" سمجھتے رہے۔ جب آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کو اس طرف سے گذرتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ "ان بچوں نے میرے لڑکے کو خراب کر دیا"

فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ صدیق اکبرؓ اپنے والد محترم کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا۔ ان کو کیوں تکلیف دی ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انہی کو حاضر ہونا چاہئے تھا۔ غرض سرور کائنات نے دعوتِ اسلام دی۔ محبت سے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ کلماتِ طیبات تلقین فرمائے۔ جواب میں حضرت ابو قحافہ نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گئے۔

صدیق اکبرؓ کی والدۂ محترمہ ام الخیر سلمیٰ بنت صخر کو بھی ابتداہی میں اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان سے پہلے صرف ۳۹ اصحاب مسلمان ہوئے تھے۔

حضرات! آفتاب نبوت کی ضیا پار کرنیں سب سے پہلے جس شخص پر پڑیں۔ وہ صدیق اکبرؓ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ کہ "جب ابوبکرؓ کو دعوتِ اسلام دی گئی۔ تو آپ نے بخلاف اور لوگوں کے کوئی بحث نہیں کی۔ اور صرف صدقت یا رسول اللہ! (اے اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا) کہہ کر ایمان لے آئے"

علامہ بیہقی بلا حیل و حجت اسلام قبول کرنے کی یہ وجہ بتلاتے ہیں کہ آپ اسلام کے اصولوں کی بخوبی تحقیق فرما چکے تھے۔

جب دنیائے کفر یتیمِ مکہؐ کو جھٹلانے اور تکلیفیں دینے پر تلی ہوئی تھی۔ اور ہر طرف کفر کی آندھیاں چل رہی تھیں اس وقت تن تنہا ابوبکرؓ ہی تھے۔ جو ڈھال کی طرح ہر جگہ آڑے آتے تھے۔ اور ہر بات کی تصدیق کرتے تھے۔

خود سرکارؐ کا ارشاد ہے۔ کہ:-

"جب لوگ رسالت کی تکذیب کرتے تھے
صرف ابوبکرؓ ہی ایسے تھے جنہوں نے تصدیق
فرمائی"

ع این سعادت بزور بازو نیست

محترم حضرات! صدیق اکبرؓ نے جب اسلام قبول کیا۔ تو آپ کے پاس ۴۰ ہزار دینار موجود تھے جو آپ نے سب کے سب حضورؐ انور پر تصدق فرما دئے۔

ایک حدیث شریف میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ آپ کے مال میں مثل اپنے سرمائے کے تصرف فرما لیتے تھے۔ چنانچہ ہجرت کے بعد سرکارؐ کو مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جو زمین منتخب کی گئی۔ وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ آپ نے صدیق اکبرؓ سے ان کی قیمت دلوا دی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو جہاںؐ نے کچھ مال تصدق کرنے کا حکم دیا۔ میں اُن دنوں آسودہ حال تھا۔ دل میں ارادہ کیا کہ آج ابوبکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا۔

چنانچہ اسی خیال سے نصف سرمایہ حاضر خدمت کر دیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ "اہل و عیال کے لئے بھی کچھ چھوڑا؟" میں نے عرض کیا۔ "باقی نصف ان کے لئے چھوڑ آیا ہوں"

اسی اثناء میں ابوبکرؓ بھی اپنی پونجی سمیٹے ہوئے تشریف لے آئے۔ آپ نے ان سے بھی یہی سوال دہرایا۔ شمع نبوت کے اس پروانے نے جو جواب دیا۔ وہ حضرت علامہ اقبال مرحوم کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں ؎

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کیلئے ہے خدا کا رسولؐ بس!

امیر المومنین عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس روز مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اب میں زندگی بھر صدیق اکبرؓ سے کسی معاملہ میں نہیں بڑھ سکوں گا۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سرکارؐ نے فرمایا کہ "میں نے سب کے احسانات کا معاوضہ دے دیا۔ لیکن ابوبکرؓ باقی ہیں۔ قیامت کے دن خدائے پاک انہیں اجر دے گا"

جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسالتمآبؐ فرمایا کرتے تھے کہ:-

"ابوبکرؓ سے بڑھ کر میری ذات پر کسی کے احسان نہیں۔ ابوبکرؓ سے بڑھ کر میری ذات پر کسی کے احسان نہیں۔ ابوبکرؓ نے اپنی جان سے زیادہ میری غمخواری کی۔ مال تصدق کیا اور اپنی صاحبزادی سے عقد کر دیا"

آپ کا یہ بھی فرمان ہے۔ کہ:-

"میں سب سے زیادہ جس شخص کی دولت و رفاقت کا مشکور رہوں۔ وہ ابوبکرؓ ہیں اگر میں اپنی امت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کے لئے منتخب کر سکتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے لیکن، اب رشتۂ اسلام میری دوستی کی بنا ہے۔ اور وہی کافی ہے"

محترم بھائیو! صدیق اکبرؓ کی حیاتِ پاک سے ہمیں سبق لینا چاہئے۔ قبولِ اسلام کے فوراً بعد آپ نے دین حنیف کی اشاعت میں تندہی اور جانفشانی سے کی تاریخ اسلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ صدیق اکبرؓ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالرحمٰنؓ حضرت سعدؓ اور حضرت طلحہؓ جیسے معدن اسلام کے درخشندہ جواہر اور روشن ستارے آسمان کفر سے ٹوٹ کر اسلام کی گود میں آپڑے۔ اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دے گئے کہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔

مکہ میں ابتداءً جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی۔ یہاں بھی صدیق اکبرؓ کا سرمایہ کام آیا اور آپ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ۔ عامرؓ۔ نہدیہؓ۔ نہدیہؓ اور جاریہ وغیرہ نے آپ ہی کے دستِ کرم سے نجات پائی۔

جب کفار کسی غلام پر دستِ تعدی دراز کرتے

تو اسلام کا یہ مخلص اور جانباز سپاہی سینہ سپر ہو جاتا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صحن کعبہ میں تقریر فرما رہے تھے کہ مشرکین نے آپ کو گھیر لیا۔ اور اس قدر تکلیف دی کہ آپ بیہوش ہو گئے۔

یہ خبر سن کر جاں نثارِ رسول ابوبکرؓ بے تاب ہو گئے۔ مشرکین کے جم غفیر میں گھس گئے۔ اور ان کو مارنا شروع کر دیا۔

— زبان سے فرماتے جا رہے تھے اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ۔ "تم صرف ان کو اس لئے قتل کر دو گے۔ کہ یہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں؟ افسوس ہے۔ تم لوگوں پر کہ جو ذات گرامی خدائے پاک کے واحد ہونے کی تعلیم دیتی ہے۔ اسی کی تکلیف کے درپے ہو"

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ حاضرین سے سوال کیا۔

"آپ لوگ شجاع ترین شخص کو جانتے ہیں؟ سب نے آپ ہی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا میں اپنے برابر والے سے لڑتا ہوں۔ یہ تو کوئی خاص بات نہیں بتائیے شجاع ترین کون ہے"

جب سب نے لاعلمی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا۔

"ابوبکر صدیق ہیں۔ غزوۂ بدر میں آنحضرت کی حفاظت کے لئے ہم نے ایک سائبان بنایا تھا۔ جب دریافت کیا گیا کہ کون شخص اس خطرناک وقت میں جاں نثاری کا حق ادا کرے گا؟ تو خدا کی قسم! کسی کی ہمت نہ پڑی۔ مگر ابوبکر شمشیر برہنہ لے کر کھڑے ہو گئے۔ اور کسی کافر کو مجال نہ ہوئی۔ کہ آپ سے مقابلہ کرتا۔"

یہ واقعہ بیان فرما کر امیر المؤمنینؓ آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے۔

"حاضرین! ذرا بتائیے مومنین آلِ فرعون بہتر تھے۔ یا ابوبکرؓ؟"

پھر فرمانے لگے "بلاشبہ ابوبکرؓ کی عبادت یک ساعت ان کی ہزار ساعت عبادت سے بہتر ہے۔ وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور صدیق اکبرؓ نے علی الاعلان ظاہر فرما دیا"

آپ حلم، تواضع اور خاکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔ عام مسلمانوں میں اس طرح مل جل کر بیٹھتے۔ کہ کوئی شخص تمیز نہیں کر سکتا تھا۔

ایک واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک بوڑھی کی خدمت رات کے وقت کیا کرتے تھے۔ یہ ضعیفہ مدینہ طیبہ کے قریب رہتی تھی۔ چند روز کے بعد ایسا ہونے لگا۔ کہ آپ کے آنے سے پہلے ہی کوئی دوسرا شخص اس کا دھندا کر جاتا ہے۔ ایک روز چھپ کر دیکھا تو وہ خادم بزرگ صدیق اکبرؓ ہی تھے۔

اس واقعہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کہ اس زمانے میں آپ مسلمانوں کے امام تھے۔ اور خلافت کے فرائض آپ ہی سرانجام دے رہے تھے۔

آپ جب منصبِ خلافت کے لئے منتخب ہوئے تو محلہ کی لڑکی نے افسوس سے کہا۔ کہ

"اب ہماری بکریاں کون دوہے گا"

آپ نے سُنا۔ تو فرمایا۔

"خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گذاری سے باز نہ رکھے گی۔ خدا کی قسم! اب بھی میں ہی دوہوں گا"

خلافت کے بعد بھی کاندھے پر تھان رکھ کر بازار چل دیئے۔ اور کسی قسم کی عار محسوس نہ کی۔

جب کوئی فوجی مہم روانہ ہوتی۔ تو خود افسر کو پیادہ دور تک ہدایات دیتے چلے جاتے ——— لوگ جانشینِ رسول کی حیثیت سے تعظیم و توقیر کرتے تو تکلیف ہوتی اور دُعا کرتے۔ کہ اے خُدا! تو ان کے حُسنِ ظن سے مجھے بہتر ثابت کر۔

دوستو! ان واقعات نے ہم پر واضح کر دیا۔ کہ "خدمتِ خلق" میں کسی قسم کی شرم نہیں کرنی چاہیئے۔ کسی مجبور و بے بس کے کام آ جانا انسانیت کی معراج ہے۔ آپ نے سُنا ہوگا۔ کہ جو تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے مراتب بلند فرما دیتے ہیں۔

من تواضع للہ رفعہ اللہ

حضرات! صدیق اکبرؓ کی "اوّلیات" تاریخ اسلام کی ایک مشہور چیز ہے۔ ایک مرتبہ ہمارے اُستاذِ مکرم حضرت علامہ محمد عبد اللہ صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ :-

"صدیق اکبرؓ وہ پہلے بزرگ ہیں۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ رسول اللہؐ کی زندگی میں سب سے پہلے نمازیں پڑھائیں۔ سب سے پہلے اسلام کے خلیفہ منتخب ہوئے (جو اپنے والد ماجد کی زندگی میں اس منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے) رسول اللہؐ کے بعد سب سے پہلے بیک وقت کفار منکرینِ زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوّت کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا۔ سب سے پہلے قرآنِ پاک کو جمع کیا۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی نے اجتہاد کیا۔ سب سے پہلے آپ نے مسجد بنوائی۔ سب سے پہلے صدیق و عتیق اور یارِ غار کے خطابات لئے۔ آنحضرت کے بعد سب سے پہلے آپ ہی نے "حدیث" بیان کی۔ اور خلفاء میں سب سے پہلے رسول اللہؐ سے جا ملے۔ اور آپ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرات! اس مضمون میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ صدیق اکبر کے حالات وضاحت سے پیش کئے جا سکیں۔ اس لئے بہت سے اہم واقعات خصوصاً واقعات خلافت کو نظر انداز کرتے ہوئے چند ایسی آیاتِ قرآنیہ اور اقوالِ صحابہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جن سے حضرت ابوبکرؓ کی شان ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ الخ

علما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "صاحب" سے مراد صدیق اکبرؓ ہیں۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد فرمایا۔ تو والّیل اذا یغشیٰ سے لشتیٰ تک سورۃ نازل ہوئی۔ عادت کے مطابق ضعیف عورتوں کو مشرف باسلام ہو جانے کے بعد خرید کر آزاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد نے کہا کہ "اگر جوانوں کو بھی خرید کر آزاد کیا کرو۔ تو وقت پر وہ تمہارے کام آ سکتے ہیں"

آپ نے جواب دیا۔ کہ "ان ضعیفوں کو آزاد کرنے سے مقصود اللہ تعالےٰ کی رضا ہے۔ نہ کہ دنیاوی مفاد۔

چنانچہ اس پر اللہ تعالےٰ نے فامّا من اعطیٰ واتقیٰ سے آخر سورۃ تک اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

ایک دفعہ سات مسلمانوں کو آزاد کرایا۔ جن پر صرف قبولِ اسلام کی وجہ سے ظلم کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے سیجنبھا الاتقی الذی سے آخر سورہ تک نازل فرمائی۔

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ قسم کھائی۔ کہ "قسم ہے اس خدا کی۔ جس نے آنحضرت کو مبعوث فرمایا" اور صدیق اکبرؓ سے اس کی تصدیق کرائی۔ تو یہ آیت والذی جاء بالصدق سے ھم المتقون تک نازل ہوئی۔

ابنِ حاتم فرماتے ہیں۔ کہ آیت ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن۔ صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ اسی طرح ابنِ عباسؓ کی سند سے ابن عساکر بیان فرماتے ہیں۔ کہ آیت ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا سے لے کر وعد الصدقِ الذی کانوا یوعدون تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ احادیث اور اقوال صحابہ و آئمہ تو بکثرت آپ کی شان میں وارد ہیں۔

حضرت عمرو بن عاص نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ "مردوں میں آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہیں"

ارشاد ہوا کہ "ابوبکرؓ"

ایک دن آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا۔ کہ آج تم میں سے روزہ سے کون ہے۔ کس نے جنازہ کی شمولیت کی۔ اور کس نے یتیم کو کھانا کھلایا۔

ان سوالات کے جواب میں جو زبان گویا ہوئی وہ صدیق اکبرؓ کی تھی۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ کہ "جس نے اس قدر نیکیاں ایک دن میں جمع کی ہوں۔ وہ یقیناً جنتی ہے۔"

آپ کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے یہ اقوال بہت مشہور ہیں۔ کہ :۔

(۱) صدیقِ اکبر ہمارے سردار ہیں۔ اگر تمام اہل زمین کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے۔ اور دوسرے میں صدیقِ اکبر کا۔ تو بلاشبہ آپ کا پلڑا جھک جائے گا۔"

(۲) آپؓ حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ :۔
"کاش! میں صدیقِ اکبرؓ کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ جس حالت میں انھیں جنت میں دیکھتا ہوں۔ آرزو ہے کہ یہی کیفیت میری بھی ہوتی۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ :۔

(۱) قسم ہے خدائے واحد کی۔ ہم نیکی میں ابوبکر سے نہیں بڑھے۔"

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ :۔

(۲) "آنحضرت کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ افضل ہیں۔ میری محبت اور ان صاحبوں کا بغض ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔"

ابن عمر کا قول ہے۔ کہ :۔
قریش میں تین بزرگ حسنِ صورت و سیرت کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ان میں صدیقِ اکبر کا نمبر سب سے پہلا ہے۔"

ربیع بن انس کہتے ہیں۔ کہ :۔
"صدیقِ اکبرؓ مثل آبِ رحمت کے ہیں۔ بارانِ رحمت جہاں برستا ہے۔ نفع پہنچاتا ہے۔"

ایک جگہ فرماتے ہیں۔ کہ :۔
"پہلے انبیاء کے اصحاب میں کوئی بھی صدیق اکبرؓ کے برابر نہیں تھا۔ ایک اور قول ہے کہ :۔
اولادِ آدم میں انبیاء کے بعد صدیقِ اکبر سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں ہوا۔"

ابن مسیبؒ کا ارشاد ہے۔ کہ :۔
"حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرت کے وزیر تھے حضورؐ ان سے ہر امر میں مشورہ کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا قول ہے کہ :۔
صدیق اکبرؓ ہمارے سردار ہوتے۔ تو دُنیا پر وہ سب سے بہتر تھے۔ سب سے زیادہ مہربان۔ اور سب سے زیادہ خوش۔"

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ :۔
"ابوبکرؓ اور عثمانؓ دونوں عادل امام تھے ان کے دشمن بہت تھے۔ لیکن ہم ان دونوں کو دوست رکھتے ہیں۔"

حضرت امام باقر فرماتے ہیں۔ کہ :۔
"جو شخص ابوبکرؓ اور عمرؓ کی فضیلت کو نہیں جانتا۔ وہ سنت کو نہیں جانتا۔"

حضرت امام زین العابدین کا ارشاد ہے کہ :۔
"ابوبکرؓ و عمرؓ کا وہی مرتبہ تھا۔ جو رسول کے لئے اس وقت ہے۔" یعنی رسول سے بہت قریب تھے۔"

حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ :۔
"خلافت کے حق دار صدیق اکبرؓ ہی تھے۔ کیونکہ وہ رفیق غار بھی تھے۔ اور رسول اللہ نے اپنی زندگی میں ان سے امامت کرائی تھی۔"

محترم بھائیو! اب میں صدیق اکبرؓ کی پاک زندگی کے آخری ایام کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا کر اپنے مقالہ کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔

آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما لینے کے بعد صرف دو برس ۳ ماہ اور گیارہ دن زندہ رہے۔ اور بقول ابن عمرؓ "رسول اللہ کے فراق کا صدمہ آپ سے برداشت نہیں ہوا۔ ہر روز کمزور ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ سفر آخرت اختیار فرما لیا۔"

مولانا آزاد مدظلہ لکھتے ہیں۔ کہ :۔
"آپ نے وفاتِ نبویؐ بعد سب کو تسکین کا پیغام سنایا۔ مگر آپ کے دل کی بیقراری کم نہ ہوئی۔"

"ایک درخت کے سایہ میں چڑیا کو اچھلتے پھدکتے دیکھا۔ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا۔ کہ :۔
"اے چڑیا! تو کس قدر خوش نصیب ہے درختوں کے پھل کھاتی ہے۔ اور ٹھنڈی چھاؤں میں خوش رہتی ہے پھر موت کے بعد تو وہاں جائے گی، جہاں تجھ سے کچھ بازپرس نہ ہو گی۔ اے کاش! ابوبکرؓ بھی اس قدر خوش نصیب ہوتا۔

کبھی فرماتے :۔
"اے کاش! میں درخت ہوتا۔ کھا لیا جاتا۔"

کبھی فرماتے :۔
"اے کاش! میں سبزہ ہوتا۔ اور چارپائے مجھے چر لیتے۔"

ان ارشاداتِ درد سے اندازہ کیجئے۔ کہ رحلت نبویؐ کے بعد صدیق اکبرؓ کے درد و گداز کی کیفیتیں کہاں تک پہنچ چکی تھیں۔

ابن شہاب فرماتے ہیں۔ کہ :۔
حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ہدیہ میں گوشت آیا۔ آپ حارث بن کلدہ کے ساتھ اس کو تناول فرما رہے تھے کہ حارث نے کہا۔ امیر المؤمنین آپ نہ کھائیں۔ مجھے اس میں زہر کی آمیزش کا اشتباہ ہو رہا ہے آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر اسی روز سے دونوں صاحب مضمحل رہنے لگے۔"

ایک روز آپ نے غسل فرمایا۔ اسی روز آپ کو سردی کا بخار ہو گیا۔ اور پھر نہیں سنبھلے۔ جب تک جسم میں توانائی تھی۔ مسجد میں تشریف لاتے رہے لیکن جب مرض نے غلبہ پا لیا۔ تو حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا۔
"آئندہ آپ نماز پڑھائیں۔"

بعض صحابہ نے حاضر ہو کر عرض کی ——
اگر اجازت ہو۔ تو طبیب کو بلا لائیں۔ فرمایا۔ طبیب مجھے دیکھ چکا ہے۔ وہ پوچھنے لگے۔ اس نے کیا کہا ہے؟
ارشاد فرمایا :۔
اِنّی فعالٌ لما یرید "وہ کہتا ہے میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔"

جب طبیعت زیادہ کمزور ہو گئی۔ تو آپ کو رسول اللہ کے جانشین کا فکر پیدا ہوا۔ آپ چاہتے تھے کہ مسلمان کسی طرح فتنہ اختلاف سے مامون رہیں۔ اس لئے اہل الرائے صحابہ کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو نامزد کر دیا۔

.... اور تکمیل مشورہ کے بعد آپ نے حضرت عثمانؓ کو عہدنامہ خلافت لکھنے کیلئے فرمایا۔ عہدنامہ کے الفاظ یہ تھے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"یہ ابوبکر بن ابو قحافہ کا وصیت نامہ ہے، جو اس نے آخر وقت دنیا میں، جبکہ وہ اس جہاں سے کوچ کر رہا ہے۔ اور شروع وقت آخرت میں جبکہ وہ عالم بالا میں داخل ہو رہا ہے، قلمبند کرایا ہے۔ یہ ایسے وقت کی نصیحت ہے۔ جس وقت کافر ایمان لے آتے ہیں۔ بدکار سنبھل جاتے ہیں۔ اور جھوٹے حق کے روبرو گردن جھکا دیتے ہیں۔

"میں نے اپنے بعد عمرؓ بن خطاب کو تم پر امیر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا تم ان کا حکم سننا اور اطاعت کرنا۔ میں نے اس معاملہ میں خدا کی، رسول کی، اسلام کی، خود اپنی اور آپ لوگوں کی خدمت کا پورا لحاظ رکھا ہے اور کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اب اگر عمر عدل کریں گے۔ تو ان کے متعلق میرا علم اور حسن ظن یہی ہے۔ اگر وہ بدل جائیں، تو ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہے۔ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے نیک نیتی سے کیا ہے۔ اور غیب کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہے۔ جو لوگ ظلم کریں گے۔ وہ اپنا انجام جلد دیکھیں گے۔"

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

حیاتِ پاک کا آخری دن تھا۔ کہ حضرت مثنیٰ نائب سپہ سالارِ عراق آ پہنچے۔ انھیں اسی وقت بلایا۔ محاذ جنگ کے حالات تفصیل سے سنے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا...... کہ :۔

"مجھے امید ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اگر دن میں میرا دم نکلے،

تو شام سے پہلے اور اگر رات میں نکلے تو صبح سے پہلے مثنیٰ کے لئے کمک بھیج دینا۔ پھر فرمایا۔ عمرؓ! کسی بھی مصیبت کی وجہ سے دین اسلام کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل کو کل پر ملتوی نہ کرنا۔ آنحضرتؐ کی وفات سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کون سی مصیبت ہو سکتی تھی۔ مگر تم نے دیکھا کہ اس روز بھی جو کچھ مجھے کرنا تھا کر دیا۔

خدا کی قسم! اگر میں اس روز حکم خداوندی کی تعمیل سے غافل ہو جاتا۔ تو اللہ تعالےٰ ہم پر تباہی کی سزا مسلط کر دیتا۔ اور مدینے کے گوشے گوشے میں فساد کی آگ بھڑک اٹھتی۔

انتقال کے روز دریافت فرمایا۔ آنحضرتؐ نے کس روز رحلت فرمائی تھی۔

لوگوں نے کہا "پیر کے روز"

ارشاد فرمایا :-

"تو میری بھی یہ آرزو ہے کہ آج رخصت ہو جاؤں"

اگر اللہ تعالےٰ یہ آرزو پوری کر دے۔ تو میری قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کے پاس بنائی جائے۔

پھر حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت کو کتنے کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا؟ عرض کیا۔ تین کپڑوں کا۔ ارشاد فرمایا :-

"میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں۔ دھو لی جائیں۔ اور ایک کپڑا اور نیا لیا جائے۔"

حضرت عائشہؓ نے دردمندانہ انداز میں کہا کہ ابا جان! ہم اس قدر غریب نہیں ہیں۔ کہ نیا کفن بھی نہ خرید سکیں۔

فرمایا۔ بیٹی! نئے کپڑوں کی مردوں کی نسبت زندوں کو زیادہ ضرورت ہے۔ میرے لئے یہی پھٹا پرانا ٹھیک ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ :-

"موت کی ساعتیں لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھیں حضرت عائشہؓ اس ڈوبتے ہوئے چاند کے سرہانے بیٹھی تھیں اور آنسو بہا رہی تھیں غم آلود اور حسرت انگیز خیالات آنسوؤں کے ساتھ دماغ کی پہنائی سے اتر رہے تھے اور زبان سے بہہ رہے تھے۔"

حضرت عائشہؓ نے یہ شعر پڑھا۔ "وہ بہت سی نورانی صورتیں ہیں۔ جن سے بادل بھی پانی مانگتے تھے وہ یتیموں کے فریادرس تھے اور بیواؤں کے پشت پناہ!"

یہ سن کر آپ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا :- میری بیٹی! یہ رسول اللہ کی شان تھی۔

حضرت عائشہؓ نے دوسرا شعر پڑھا :-

"قسم ہے تیری عمر کی جب موت کی ہچکی لگ جاتی ہے۔ تو پھر کوئی زر و مال کام نہیں دیتا"

ارشاد فرمایا۔ یہ نہیں۔ اس طرح کہو۔

"موت کی بے ہوشی کا وقت آ گیا۔ یہ وہ ساعت ہے جس سے تم بھاگتے تھے"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ نزع کے وقت میں اپنے باپ کے سرہانے گئی۔ تو یہ شعر پڑھا :-

"جس کے آنسو ہمیشہ رکے رہیں۔ ایک دن وہ بھی بہ جائیں گے۔ ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے۔ اور ہر پہننے والے کو ایک کپڑا دیا جاتا ہے"

فرمایا بیٹی! اس طرح نہیں۔ حق بات اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرمائی ہے :- یعنی

جاءت سکرۃ الموت بالحق۔ ذالک ما کنت منہ تحید -

پاک زندگی کا خاتمہ اس کلام پر ہوا :-

"اے اللہ! مجھے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر"

جب روح اقدس نے قفس عنصری سے پرواز کی تو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ تاریخ تھی منگل کا دن۔ عشاء اور مغرب کا درمیانی وقت تھا۔ اور عمر ۶۳ سال تھی۔

آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ نے غسل دیا۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر نے جسم پر پانی بہایا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کے ساتھ قبر شریف اس طرح کھودی گئی۔ کہ آپ کا سر مبارک رحمۃ للعالمین کے دوش پاک کے سامنے رہے اور قبروں کے تقریباً برابر آ جائے۔ حضرت عمرؓ۔ طلحہؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عثمانؓ نے جسد پاک کو لحد میں اتارا۔ اور ایک ایسی ہستی کو جو رسول دوجہاں کے بعد امت مسلمہ کی سب سے زیادہ مقبول، برگزیدہ اور صالح شخصیت تھی۔ ہمیشہ کے لئے چشم جہاں سے روپوش کر دیا۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

(مجلس طلباء تحفظ ختم نبوت احمد پور شرقیہ کے ہفتہ وار اجلاس میں پڑھا گیا)

بقیہ استفتاء

(صلا سے آگے)

قال محمد فھذا الحدیث اخبرنا مالک اخبرنا عبداللہ بن دینار عن ابن عمر قال من اقتنی کلبا الا کلبا ماشیۃ او ضاریا نقص من عملہ کل یوم قیراطان الخ

(ترجمہ) :- ہمیں مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہمیں یزید بن خصیفہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے سفیان ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے وہ مسجد کے دروازے پر حدیث بیان کر رہے تھے اور میں سن رہا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے سنا ہے کہ جس نے کتا پالا بلا نفع حفاظت زراعت یا دودھ دینے جانوروں کے اس کے اعمال سے ہر دن ایک قیراط کم کر دیا جاتا ہے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں۔ کہ بلا کسی نفع کے کتا پالنا مکروہ ہے۔ البتہ زراعت دودھ والے جانوروں اور شکار کے لئے کتے کے پالنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہم سے مالکؒ نے ان سے عبدالملک بن میسرہؒ۔ ان سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے گھر آبادی سے دور ہوں۔ انہیں کتا پالنے کی اجازت ہے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ حفاظت بیوت کی غرض سے ہے ہم سے مالک نے ان سے عبداللہ ابن دینار نے ان سے ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ جس نے محافظ یا شکاری کتے کے سوا کسی اور کتے کو پالا۔ اس کے عمل سے ہر دن دو قیراط کاٹ لئے جائیں گے۔ اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ کتا پالنا اور کتے کا گھر میں ہونا نزول ملائکہ رحمت کے لئے سد راہ ہے۔ لہٰذا شوقیہ کتا پالنا درست نہیں ہے۔ جیسے انگریزوں کا شیوہ ہے مسلمانوں کے لئے حضور کا فرمان کافی ہے حق تعالیٰ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین

بقیہ اسلامی مساوات

صلا سے آگے

کہا آپ اپنے اوپر یہ سختی کیوں کرتے ہیں۔ تو آپ جواب دیتے کہ میں نے اپنے دونوں دوستوں کو اسی حالت میں دیکھ کر رخصت کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ اسی حالت میں ان سے ملوں سلطنت کے معاملات کی بابت جو ملکوں کے مختلف وفود (جماعتوں) کا آپ کے گھر پر ہر وقت اجتماع رہتا تھا۔ ان کے کھانے اور پینے کے لئے ایک پیسہ سرکاری خزانہ سے صرف نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اگر اپنے پاس کچھ نہ ہو تو ان کے قیام و طعام کے لئے قرضہ لیتے تھے۔ چنانچہ انتقال کے وقت اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) روپیہ کا قرضہ آپ کے ذمہ واجب نکلا۔ جس کی بابت آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ اوّل تو اس کے ادا کرنے کی بابت تم خود کوشش کرنا۔ اور جو تم سے ادا نہ ہو تو میرے خاندان آل عدی سے درخواست کرنا۔ بالآخر یہ قرضہ چندے سے ادا کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ ہم لوگوں کو اصحابہ اکرم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے اور مساوات اسلامی کا اعلیٰ نمونہ بنا سکے۔ وما علینا الا البلاغ -

بچوں کا صفحہ

عدل و انصاف

(از جناب سیّد مشتاق حسین صاحب بخاری)

عزیز بچو! —— ہر معاملے میں عدل اور انصاف تمہارے پیش نظر ہونا چاہئے انصاف کرنا صرف کسی عدالت یا قاضی کا ہی فرض نہیں بلکہ ہر انسان کا فرض ہے کہ دوسروں سے معاملہ کرتے وقت عدل اور انصاف کو پیش نظر رکھے۔ اور اگر ہر آدمی ایسا ہی کرنے لگے تو قاضی یا عدالت کی سرے سے ضرورت ہی نہ پیش آئے۔

ہمارے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم "عدل و انصاف کے بہترین نمونہ تھے۔ شیر خوارگی سے لے کر وصال تک ہر شخص سے انصاف فرماتے رہے۔ روایت ہے جب حضورؐ مائی حلیمہؓ کی گود میں دودھ پیا کرتے تھے تو صرف ایک طرف سے دُودھ پیتے دوسری طرف سے پلایا بھی جاتا تو نہ پیتے۔ کیونکہ وہ آپؐ کے بھائی یعنی مائی حلیمہ سعدیہؓ کے اپنے بچّے کا حق تھا۔ پھر جب ذرا بڑے ہوئے تو اپنی دایہؓ کو کہنے لگے کہ میں بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جایا کروں گا۔ کیونکہ آپ اسے عدل و انصاف کے خلاف سمجھتے تھے۔ کہ اُن کے دوسرے بھائی تو کام کریں اور وہ بیکار رہیں۔

نبوّت سے پہلے ہی آپؐ کا عدل و انصاف مشہور ہو چکا تھا۔ خانہ کعبہ میں حجرِ اسود رکھنے کا مشہور واقعہ پیش آیا اور آپؐ کے انصاف سے قریش میں ایک خونریز جنگ ٹل گئی۔

جب کسی کام کے کرنے کا وقت آتا۔ یا کوئی مہم در پیش ہوتی تو آپ عدل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کام میں دوسروں کے ساتھ برابر کے شریک ہوتے۔ اور اگر پتھر اٹھانے پڑتے تو آقائے دو عالمؐ بھی خوشی سے اُٹھاتے۔

پھر ہمارے صحابہ کرام کی پیاری زندگیاں عدل و انصاف سے بھرپور تھیں۔ وہ خلیفہ بھی ہو جاتے تو اپنے کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھتے۔ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہو کر بھی عام لوگوں کی طرح بازار میں چل پھر کر تجارت کرتے۔ اس سے نہ صرف عوام میں انصاف اور عدل کا چرچا ہوتا بلکہ عمّالِ حکومت بھی نصیحت پکڑتے۔ کہ جو شخص خلیفہ ہو کر ایک عام آدمی کی سی زندگی بسر کرتا ہے وہ ہمیں عیش و عشرت میں کب دیکھنا گوارا کرے گا۔

فاروق اعظمؓ کا عدل و انصاف تو مشہور ہی ہے۔ اگر بڑھیا بھی سرِعام آپ پر جرح کرتی تو بُرا نہ مانتے بلکہ اس کی پوری تسلی کرتے۔ حضرت عثمانؓ بیت المال کے اونٹ خود تلاش کرتے پھرتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ میں ہی ان کا محافظ ہوں۔ اسی طرح حضرت علیؓ خلیفہ ہو کر بھی انصاف کے لئے قاضی کی عدالت میں جاتے۔ اور بطور ایک فریق سامنے کھڑے ہوتے۔

مسلمان بادشاہ جو اسلام کے پابند تھے۔ اُن میں عدل و انصاف پورا پورا موجود تھا۔ اگر کوئی بے انصافی ہوتی۔ تو وُہ بے چین ہو جاتے۔ خلیفہ مامون الرشید کے عہد خلافت میں اس کے بیٹے شہزادہ عباس پہ ایک بڑھیا نے دعویٰ کیا تو خلیفہ کے حکم کے مطابق شہزادہ اور بڑھیا عدالت کے کٹہرے میں پاس پاس کھڑے تھے۔ بڑھیا مقدمہ جیت گئی۔ تو نہ صرف اس کی جائداد واپس دلائی گئی۔ بلکہ شہزادہ کو حکم ملا کہ اس سے معافی مانگے۔ اسی طرح ایک دفعہ جب مامون الرشید قاضی کی عدالت میں خود حاضر ہوا تو خدام بیٹھنے کے لئے عمدہ سامان لائے۔ لیکن قاضی نے اجازت نہ دی۔ اس لئے کہ خلیفہ اُس وقت بطور حاکم نہ آیا تھا بلکہ ایک مدعا علیہ کی حیثیت سے۔ اس پر مامون الرشید نے بُرا نہ مانا بلکہ خوش ہو کر اس کا عہدہ بڑھا دیا۔

عزیزو! یہ واقعات تمہیں اس لئے بتائے جاتے ہیں کہ تم ابھی سے ہی عدل و انصاف کی عادت ڈالو۔ ہر معاملے میں دوسرے کا حق اس کو دو۔ اور اپنے حق سے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ انصاف کی عادت تمہیں ہو جائے گی۔ تو زندگی کے جس شعبہ میں تم بڑے ہو کر داخل ہو گے۔ اس میں اس کو پیش نظر رکھو گے۔

عزیزو! تم قوم کا بہت قیمتی سرمایہ ہو۔ آئندہ چلکر تم نے قوم کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں۔ تم میں سے کوئی ڈاکٹر۔ کوئی انجینیر۔ کوئی کسی محکمے کا سکریٹری۔ کوئی۔ کوئی کمشنر اور کوئی وزیر بنے گا۔ اگر تم عدل و انصاف کے حامل بن کر ان ذمہ داریوں کو سنبھالو گے تو ہماری قوم جو آج ظلم و ستم کا شکار ہو رہی ہے وہ امن و سکون کی زندگی بسر کر سکے گی۔

ہمیں امید ہے کہ والدین بھی اپنے بچوں میں عدل و انصاف کی عادت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ پہلے ماں کی گود۔ پھر گھر کا ماحول اور اس کے بعد اسکول کے اساتذہ کی صحبت بچّوں میں انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس انقلاب میں حصّہ لینے کی توفیق دے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

ایڈیٹر:-
عبدالمنان چوہان

ہدیہ خدمت
سالانہ .... گیارہ روپے
ششماہی .... چھ روپے
فی پرچہ .... چار آنے

ہفتہ وار خبریں

—— کراچی - یکم جنوری - کل رات کابل ریڈیو نے اعلان کیا تھا کہ شاہ افغانستان ظاہر شاہ پاکستان کے گورنر جنرل میجر جنرل سکندر مرزا کو اپنے مہمان کی حیثیت سے افغانستان مدعو کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن سرکاری طور پر یہ دعوت نامہ ابھی وصول نہیں ہوا۔

—— لاہور - یکم جنوری - سٹار کی اطلاع کے مطابق مغربی پاکستان کی سی آئی ڈی نے جماعت اسلامی کے (عہداروں کے) خلاف کیس رجسٹر کیا ہے۔ جماعت پر الزام یہ ہے کہ اس نے پاکستان سے باہر ایسا لٹریچر اور تصاویر بھیجیں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ پاکستان میں اسلامی آئین کے حامیوں کو پھانسی دی جا رہی ہے یا جیلوں میں ڈالا جا رہا ہے۔

—— لاہور - یکم جنوری - ایوان ظروف ساذان گوجرانوالہ نے مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ غیر ممالک سے ایلومینیم منگوانے کے لئے مناسب و معقول مالیت کے درآمد لائسنس بروقت جاری کئے جائیں ورنہ اس صنعت کے تقریباً دس ہزار اشخاص کو بے روزگار ہونے کا خدشہ لاحق ہے۔

—— کراچی - ۱ر جنوری - معلوم ہوا ہے کہ روسی حکمران بھارت کو خوش کرنے کی کوشش میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ اب انہوں نے پاکستان کے خلاف افترا پردازی کی باقاعدہ اور منظم مہم شروع کر دی ہے۔

—— پشاور - ۲ر جنوری - جلال آباد سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ روسی لیڈروں کے دورۂ افغانستان کے بعد سے حکمران طبقے کے خلاف نوجوان جمہوریت پسندوں کی سرگرمیاں زور پکڑ گئی ہیں۔

—— لاہور - ۳ر جنوری - مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے آج کمشنر لاہور ڈویژن مسٹر عطا محمد خان لغاری کو نظم و ضبط کی خلاف ورزی کرنے کے الزام میں معطل کر دیا ہے۔

—— راولپنڈی - ۴ر جنوری - مرکزی وزیر مہاجرین و بحالیات سردار امیر اعظم خان نے اعلان کیا ہے کہ مہاجرین کے دعاوی کا تصفیہ ہو جانے کے بعد آبادکاری کا محکمہ ختم کر دیا جائے گا۔

—— لاہور - ۵ر جنوری - مرکزی وزیر مہاجرین و بحالیات سردار امیر اعظم خان نے آج یہاں کہا ہے کہ بیواؤں اور مستحق اور معذور مہاجرین کا گذارہ الاؤنس عنقریب بحال کر دیا جائے گا۔

—— کراچی - ۵ر جنوری - پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے تین کروڑ نوے لاکھ روپے کے سرمائے سے کراچی میں جہاز سازی - جہازوں کی مرمت اور خشک گودی کی تعمیر کا عظیم الشان منصوبہ مکمل کر لیا ہے۔

—— لاہور - ۶ر جنوری - معلوم ہوا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں متعین بھارتی فوج سرحدی دفاعی استحکامات کو مستعدی کے ساتھ کمک پہنچا رہی ہے۔

—— کراچی - ۶ر جنوری - ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق آج مسودۂ آئین کا بل چھپنے کے لئے بھیج دیا گیا۔

—— لاہور - ۷ر جنوری - مغربی پاکستان میں حالیہ بارشوں سے فصل ربیع کو فائدہ پہنچا ہے بارش کی وجہ سے غلے کے نرخوں میں بھی فوری طور پر کمی ہو گئی ہے۔

—— جدہ - ۳ر جنوری - مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی مرمت اور درستی کا کام مکمل ہو گیا ہے۔

—— کراچی ۷ر جنوری - کوئٹہ میں افغان قونصل مسٹر محمد اکبر پردانی کو ناپسندیدہ شخص قرار دے کر

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور دروازہ شیرانوالہ سے شائع ہوا)